Regd No. MC-1071

فاتبعونی یحببکم اللہ

ماہنامہ

معارفِ رضا کراچی

جمادی الثانی ورجب المرجب ۱۴۴۴ھ/ جنوری وفروری 2023

مدیر

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

Regd. NO. MC:1071

بانی: مولانا سید ریاست علی قادری

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

(جلد:24) (شمارہ:01 تا 02)
جمادی الثانی ورجب المرجب ۱۴۴۴ھ/ جنوری وفروری 2023ء

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کی عالمگیر دینی وعلمی خدمات اوران کے روشن افکار ونظریات کا ترجمان

✪✪✪

مسلسل اشاعت کا 43واں سال

1981 —— 2023

زرِتعاون پاکستان: فی شمارہ -/60روپیہ، سالانہ -/600روپیہ، تین سال کے یکمشت -/1500روپیہ
مفت بھی: دینی مدارس کے مسافر طلباء وعلماء اپنا نام وپتا بھیج کر زکوٰۃ کی مد سے ایک سال کے لیے مفت لگوا سکتے ہیں

نوٹ: زرِتعاون دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ/ ایزی پیسہ نمبر 0303-9205511 ارسال فرمائیں

حروف ساز: شیخ وامق انصاری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی
25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر کراچی۔ (74400) پاکستان۔ فون: +92-21-32725150
واٹس ایپ: +92-303-9205511، ای میل: imamahmadraza@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشمولات



اپنی بات!



پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے دیرینہ رفیق

منظور حسین جیلانی بھی نہ رہے!

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی کے سینئر رکن و سر پرست اعلیٰ جناب منظور حسین جیلانی بھی طویل علالت کے بعد ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ/ ۹ جنوری ۲۰۲۳ء کو کراچی میں انتقال کر گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون) اسی روز بعد عشاء جامع مسجد عمر فاروق نارتھ کراچی میں راقم کی امامت میں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد محمد شاہ قبرستان نارتھ کراچی میں سپرد خاک کر دیے گئے۔ نماز جنازہ و تدفین میں اہل خانہ وعزیز و اقارب کے ساتھ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی مجلس عاملہ، ممتاز بینکار و کاروباری حضرات، علماء و مشائخ، دینی و فلاحی اداروں کے سربراہان اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے افراد کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی کا قیام ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء کو عمل میں آیا۔ ادارے کے بانی حضرت مولانا سید ریاست علی قادری نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۹۹۲ء) نے ادارہ کے قیام کے بعد حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۲۰۰۸ء)، حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۹۹۷ء) اور الحاج مولانا شفیع محمد قادری حامدی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۲۰۰۵ء) کے مشورے اور تعاون سے ہر سال "امام احمد رضا کانفرنس" کا انعقاد اور ایک سالنامہ "معارفِ رضا" کے نام سے نکالنے کا اہتمام کیا۔ چنانچہ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء میں پہلی "امام احمد رضا کانفرنس" کا انعقاد تھیوسوفیکل ہال کراچی میں ہوا، اس سال جن شرکاء نے مقالات پڑھے ان سب کو معارفِ رضا شمارہ اول ۱۹۸۱ء میں شائع کیا۔ اس رسالے کے مرتبین مولانا سید ریاست علی قادری اور مفتی محمد عمر نعیمی کے فرزند مفتی اطہر نعیمی تھے۔ یہ سلسلہ ابتدائی پانچ سال اس طرح جاری رہا کہ ہر سال ماہ صفر المظفر میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوتا اور پھر پڑھے گئے مقالات کو معارفِ رضا کے شمارے میں شائع کر دیا جاتا تھا۔ تیسری امام احمد رضا کانفرنس جو فائیو اسٹار ہوٹل کانٹی نینٹل کراچی میں منعقد ہوئی تھی، راقم اور والد ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۹۸۹ھ) پہلی مرتبہ شریک

ہوئے، اس کے بعد سے والد ماجد بھر پور تعاون فرماتے رہے اور راقم نے بھر پور وقت دینا شروع کیا۔ ۱۹۸۵ء تک نہ ادارے کا دفتر تھا اور نہ ہی باقاعدہ کوئی انتظامی باڈی۔ ان دنوں راقم مولانا سید ریاست علی قادری کے ساتھ کانفرنس کی تیاری اور کتابوں کی اشاعت کے لیے اپنی موٹر سائیکل پر جایا کرتا تھا۔

۱۹۸۶ء میں ادارے کی پہلی مجلس انتظامیہ بنی جس کے بانی وصدر مولانا سید ریاست علی قادری تھے اور راقم ادارہ کا جنرل سکریٹری بنا دیا گیا جب کہ علامہ مفتی تقدس علی خاں رضوی (م۔۱۹۸۷ء) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علامہ شمس بریلوی اور والد ماجد کو سر پرست چنا گیا اور محترم منظور حسین جیلانی بریلوی کو فنانس سکریٹری منتخب کیا۔ منظور حسین جیلانی صاحب ان دنوں حبیب بینک میں وائس پریزیڈنٹ تھے، انھوں نے سب سے پہلے ادارے کے دفتر کے حصول کی کوششیں کیں اور اس میں جلد کامیاب ہوئے، برنس روڈ کراچی پر سندھ آرٹس کالج کے سامنے نشیمن بلڈنگ میں تیسری منزل پر دو کمروں کا فلیٹ حاصل کر لیا اور اس طرح ادارے کا باقاعدہ دفتر قائم ہو گیا، تقریباً روزانہ ہی مجلس انتظامیہ کے اکثر افراد وہاں جمع ہوتے اور ادارے کے مستقبل کے لیے سوچ بچار کرتے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی چھٹی سالانہ کانفرنس کے لیے جب نئی انتظامیہ کی میٹنگ ہوئی تو ادارے کے فنانس سکریٹری جناب منظور جیلانی نے ایک تجویز پیش کی کہ کانفرنس کے موقع پر دیگر کتابوں کی اشاعت کے علاوہ ایک مجلّہ بھی شائع کیا جائے جس میں بڑی بڑی مشہور علمی شخصیات اور بڑے عہدوں پر فائز افراد کے پیغامات شامل کیے جائیں، اور اس میں امام احمد رضا کے مختلف علمی پہلوؤں پر مختصر مضامین لکھوائے جائیں اور ساتھ ہی مالیاتی اداروں سے اشتہارات کے ذریعے مالی تعاون حاصل کیا جائے۔ اس تجویز کو تمام ممبران نے بہت پسند کیا اور مجلہ کے لیے منظور جیلانی صاحب کو ہی ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا' یوں ۱۹۸۶ء کی کانفرنس کے موقع پر پہلا" مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس" شائع ہوا، جس میں اشتہارات کے ذریعے آمدنی بھی ہوئی اور کئی اہم شخصیات کے پیغامات بھی موصول ہوئے، ساتھ ہی چند مضامین بھی شامل کیے گئے۔ اس میں ادارہ کا مکمل تعارف اور انتظامیہ کے ممبران کا مختصر تعارف بھی شامل کیا گیا۔ یہ مجلہ کانفرنس کے موقع پر تمام حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔ کانفرنس کے بعد ادارے کو اس کاوش پر بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ اس کا پہلا اداریہ" اظہارِ حقیقت" کے عنوان سے مولانا سید ریاست علی قادری نے لکھا تھا۔ الحمد للہ یہ سلسلہ جو ۱۹۸۶ء میں شروع ہوا تھا اب تک جاری ہے اور اُمید ہے کہ یہ سلسلہ تا دیر جاری رہے گا۔

۱۹۸۷ء تا ۲۰۰۱ء ادارے کے نائب صدر اور بعد میں صدر کی حیثیت سے محترم المقام صاحبزادہ وجاہت رسول قادری علیہ الرحمہ (م۔۲۰۱۹ء) اس مجلہ کا اداریہ

بعنوان" سخن ہائے گفتنی" ہر سال لکھتے رہے۔ ۲۰۰۱ء کے بعد طبیعت کی ناسازی کے باعث ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۴ء منظور حسین جیلانی صاحب نے مجلہ کا اداریہ لکھنا شروع کیا۔ آپ نے ۲۰۰۱ء میں پہلی دفعہ "سخن ہائے گفتنی" لکھا تو ادارے کے تمام افراد نے ان کے اس اداریہ کو سراہا اور محسوس ہی نہیں ہوا کہ لکھنے والا کوئی نیا قلم کار ہے۔ اس پانچ صفحاتی اداریہ کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں جس میں آپ کو قلم کی روانی اور ادارے کی کارکردگی نمایاں نظر آئے گی، آپ رقم طراز ہیں:

"ادارہ نے آج تک جو بھی خدمت انجام دینے کی سعادت حاصل کی ہے اس میں ہمیں متعدد علماء کرام، مشائخ عظام، دانشوروں، محبین و مخلصین کی بھرپور معاونت اور سرپرستی حاصل رہی ہیں۔ جس کے لیے ہم ان کے ممنون ہیں اس سلسلے میں ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ کا تذکرہ اگر نہ کریں تو ناسپاسی ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب ادارہ کا ذہن بھی ہیں اور دل بھی۔ اس وقت ان کے سلسلے میں اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ اگر ان کی رہنمائی اور دستگیری ہمیں حاصل نہ ہوتی تو یہ کام ہمیں کرنا مشکل ہی نہیں شاید ناممکن ہوتا"۔

(اداریہ، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۱ء ص:۸)

منظور حسین جیلانی صاحب کے لکھے گئے پہلے اداریہ کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی، چنانچہ ۲۰۰۲ء کی کانفرنس کے موقع پر شائع ہونے والے مجلہ پر آپ ہی کے قلم سے "سخن ہائے گفتنی" لکھوائی گئی جو انھوں نے پہلے سے بہتر انداز میں لکھا، اس کے دو مختصر اقتباسات پیش کرنا چاہوں گا جو ہمارے ادارہ کی مجموعی کارکردگی کی عکاسی بھی ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"ہم نے شہر کے ممتاز ہوٹلوں میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد شروع کیا اور ملک کی نامور شخصیات، محققین، مبلغین، دانشور حضرات، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کو دعوت دی جنھوں نے اعلیٰ حضرت سے فکر و نظر کا اختلاف رکھتے ہوئے بھی آپ کی دینی اور ملی خدمات کو سراہا۔ قارئین کرام! یہ ہمارا طریقۂ دعوت رہا تاکہ فکرِ اعلیٰ حضرت کو حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے اور ان کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے تارِ عنکبوت کے جالوں کی حقیقت واضح کی جائے"۔

(اداریہ، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء ص:۴)

اسی اداریہ کے آخر میں رقمطراز ہیں:

"انسان غلطی کا پتلا اور ہم بھی انسان ہیں، ہم سے بھی سہواً غلطی ہوسکتی ہے۔ ہم اپنے تمام معزز علماء کرام، مشائخ عظام، مخلصین اور معاونین سے گزارش کرتے ہیں کہ ہماری کارکردگی کا سال بہ سال جائزہ لیتے رہیں،

فروگزاشت کی نشاندہی فرما کر ہمیں اصلاح کا موقع عنایت فرمائیں ، اور خوب سے خوب تر کی طرف رہنمائی فرمائیں اور اپنے مفید مشوروں سے نوازیں کہ ہم جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر کون سا راستہ اپنا کر ترویجِ مسلک اہلسنت کی خدمات بہتر طریقے سے انجام دے سکیں، ہم آپ کے انتہائی ممنون ہوں گے۔ یاد رکھیئے کہ اب تک کے سفر میں کامیابیاں بھی آپ ہی حضرات کے تعاون ورہنمائی کی رہینِ منت ہیں"۔

(اداریہ، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء ص:۶)

منظور حسین جیلانی صاحب نے یہ سلسلہ ۲۰۰۴ء تک جاری رکھا اس کے بعد گھریلو ذمہ داریوں اور کچھ بیماریوں کے باعث آپ کی تحریر کا یہ سلسلہ اور ادارے سے تعلق کچھ کمزور رہا، پہلے اہلیہ کافی عرصے صاحبِ فراش رہیں اور پھر اُن کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد آپ بھی سخت علیل رہے، مگر جب ۲۰۱۸ ء میں ادارے کی انتظامیہ کی تشکیلِ نو ہوئی تو ایک دفعہ پھر آپ ادارے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور خدمت انجام دینے میں پیش پیش رہے، چنانچہ مجلہ کے اداریہ کا بیڑا ایک دفعہ پھر آپ کے حوالے کر دیا گیا اور آپ نے ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء کے اداریے لکھے، آپ نے ۲۰۱۹ء کی سالانہ کانفرنس کے موقع پر مجلہ کا جو اداریہ لکھا وہ اداریہ اس لحاظ سے بڑا اہم تھا کہ یہ امام احمد رضا کی

ادارے کے جانب سے مسلسل ۳۹ ویں کانفرنس تھی اور امام احمد رضا کا اس سال ۱۰۰ واں عرس مبارک بھی تھا اور محترم صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب کی مسلسل علالت و ضعف کے سبب نئی مجلس انتظامیہ بھی بنائی گئی تھی، ان تمام باتوں کو منظور حسین جیلانی صاحب نے اپنی خوبصورت تحریر میں بڑی عمدگی سے ذکر کیا، آپ لکھتے ہیں:

"قارئین کرام! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ کسی بھی ادارے کے چلانے کے لیے پر خلوص اور جذبے سے سرشار ایک ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے۔الحمد للہ ابتدا ہی سے ادارے کو یہ خوش نصیبی حاصل رہی مندرجہ ذیل مقتدر شخصیات کو آپ بخوبی جانتے ہیں جو ادارے سے منسلک رہے، سید ریاست علی قادری ،علامہ مفتی تقدس علی خاں بریلوی ، علامہ شمس بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حاجی شفیع محمد قادری حامدی ، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری ،شیخ حمید اللہ قادری حشمتی ودیگر مرحومینِ ادارہ۔

ان شخصیات میں تمام افراد دارِفانی کوچ کر چکے اور جو ابھی زندہ ہیں جیسے صاحبزادہ وجاہت رسول قادری ،حاجی عبداللطیف قادری اور یہ ناچیز، اب ناسازی طبع اور ضعف کے باعث ادارے میں فعال کردار ادا کرنے سے قاصر

ہیں، دو شخصیات پچھلے کئی سالوں سے (۲۰۰۵ تا ۲۰۱۸) ادارے کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں جن میں صاحبزادہ وجاہت رسول قادری کا نام سرِفہرست ہے جو اپنی طویل علالت اور نقاہت کے باوجود بھی مسلسل بحیثیت صدرِ ادارہ خدمت کرتے رہے اور دوسری اہم شخصیت جس نے بیشتر ذمہ داریاں از خود اُٹھائے رکھیں وہ عزیزم ڈاکٹر مجید اللہ قادری ہیں جنھوں نے تمام تر نامساعد حالات کے باوجود اس بات کو یقینی بنائے رکھا' ایک "معارفِ رضا" تسلسل سے شائع ہوتا رہا اور دوسرے سالانہ کانفرنس کا انعقاد بھی جاری رہا"۔ (مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۹ء ص:۵)

منظور جیلانی صاحب نے ۲۰۲۰ء اور ۲۰۲۱ء کی سالانہ کانفرنسوں کے موقع پر شائع ہونے والے مجلہ کے اداریے بھی لکھے، آخر میں ان کے ۲۰۲۱ء کے اداریہ بعنوان "سخن ہائے گفتنی" کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"ادارہ کی نئی انتظامیہ جو کہ تین سال قبل تشکیل دی گئی تھی اس نے از سرِنو اپنی پرانی ساکھ کو بحال کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور کر رہی ہے ادارے میں اہلِ علم کی خاصی بڑی تعداد کا آنا جانا اور ذخیرۂ کتب سے استفادہ کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، بروقت انہیں علمی مواد کی فراہمی پر آنے والے حضرات خوشی کا اظہار اور حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اس نئی ٹیم کے سربراہ محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اب نہ صرف ادارۂ ھٰذا کے صدر ہیں بلکہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر منعقد کیے جانے والے سیمیناروں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ان کی دینی اور علمی قابلیت کی بنا پر بنگلہ دیش، مقبوضہ کشمیر، اور بریلی شریف میں ہونے والی کانفرنسوں میں انھوں نے بطورِ خاص خصوصی شرکت کی اور آن لائن صدارتی خطاب کیے جو کہ ادارے کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے"۔

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۲۱ء ص:۶)

قارئین کرام!

۱۹۸۶ء میں جو ادارہ کی پہلی مجلس انتظامیہ بنائی گئی تھی اس میں مندرجہ ذیل شخصیات شامل تھیں: حضرت مفتی تقدس علی خاں، حضرت علامہ شمس بریلوی، حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حضرت مولانا سید محمد ریاست علی قادری نوری بریلوی، صاحبزادہ وجاہت رسول قادری، شیخ حمید اللہ قاری حشمتی، پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری صدیقی، مولانا غلام حیدر رنگ، حاجی عبداللطیف قادری، مولانا شفیع محمد قادری حامدی، سید لائق علی مصطفوی بریلوی، منظور حسین جیلانی اور راقم مجید اللہ قادری، ان میں سے صرف دو حضرات

راقم اور منظور حسین جیلانی صاحب حیات تھے، منظور حسین جیلانی صاحب بھی خلد نشیں ہو گئے، اور یوں قدیمی اراکین میں راقم اکیلا رہ گیا۔ اب مفتی سید زاہد سراج القادری، مفتی محمد ندیم صدیقی، جناب محمد امتیاز فاروق، مولانا محمد ندیم اختر القادری، محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری وغیرہم میرے دست و بازو ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اسلاف کے اس مشن کو یونہی جاری و سلامت رکھنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے، آمین۔ راقم کی خواہش ہے کہ آخری سانس تک اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتا رہوں اور ان کے لکھے ہوئے درود و سلام کو زبان سے ادا کرتا حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرتا ہوا دنیا سے جاؤں۔ آمین ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ محترم منظور حسین جیلانی کی ادارے کے پلیٹ فارم سے کی گئی دینی و علمی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اُن کی بخشش و مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اپنے پیاروں کا پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

❂❂❂


DAILY
NAWA-I-WAQT
KARACHI

روزنامہ نوائے وقت کراچی

بانی حمید نظامی مرحوم — مجید نظامی مرحوم — ایڈیٹر رمیزہ مجید نظامی

لاہور، کراچی، راولپنڈی/اسلام آباد، ملتان، کوئٹہ اور گوادر سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

TUESDAY 10 JANUAR

شمارہ	رجسٹرڈ نمبر پی ایل	صفحات	منگل 17 جمادی الثانی 1444ھ، 10 جنوری 2023ء، 27 پوہ 2079ب	جلد
85	MC-24	10	قیمت 20 روپے — 32293121-6	43

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے سرپرست ممتاز بینکار منظور حسین جیلانی انتقال کر گئے

بعد عشا جامع مسجد عمر فاروق نارتھ کراچی میں نماز جنازہ کے بعد محمد شاہ قبرستان میں سپرد خاک کر دیے گئے

کراچی (پ ر) بین الاقوامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی کے سینئر رکن و سرپرست اعلیٰ اور حبیب بینک پلازہ کے سابق سینئر وائس پریذیڈنٹ ممتاز بینکار جناب منظور حسین جیلانی طویل علالت کے بعد گزشتہ روز کراچی میں انتقال کر گئے، بعد عشا جامع مسجد عمر فاروق نارتھ کراچی میں نماز جنازہ کے بعد محمد شاہ قبرستان میں سپرد خاک کر دیے گئے۔ نماز جنازہ میں اہل خانہ و عزیز و اقارب کے ساتھ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی مجلس عاملہ کے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، مفتی سید زاہد سراج القادری، ڈاکٹر محمد یونس قادری، مفتی محمد ندیم صدیقی، حامد حسین کریمی قادری، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، محمد امتیاز فاروق، صوفی مقصود حسین اویسی، سید محمد خالد قادری، ممتاز بینکار و کاروباری حضرات، علما و مشائخ، دینی و فلاحی اداروں کے سربراہان اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے افراد کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ سوئم بروز بدھ مورخہ 11 جنوری 2023 کو بعد نماز ظہر جامع مسجد عمر فاروق (شیل پمپ کے پیچھے) سیکٹر 11-A، نارتھ کراچی میں ہوگی جب کہ خواتین کے لیے ان کی رہائش گاہ مکان نمبر اے-130، سیکٹر 11-A، نارتھ کراچی میں انتظام ہوگا۔



فاضلِ بریلوی نے فرمایا!

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے!

(ترتیب و پیش کش: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری)

پیشِ نظر یہ قصیدۂ مبارکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہی قصیدۂ معراجیہ ہے کہ جسے اردو کے مشہور و معروف نعت گو شاعر حضرت محسن کاکوروی نے ایک بار سن کر زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اپنا لکھا ہوا قصیدۂ معراجیہ سنانے سے اجتناب کر لیا تھا......

چنانچہ تاریخ میں درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محسن کاکوروی اپنا قصیدہ سنانے کے لیے امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اِن کا قصیدہ بھی معراجیہ قصیدہ ہی تھا، جس کا مطلع یہ ہے:

سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

وقتِ ملاقات ظہر کی نماز کے بعد حضرت محسن کاکوروی نے اپنے قصیدے کے اشعار سنانے شروع کیے، ابھی دو اشعار ہی پڑھے تھے کہ امام احمد رضا نے فرمایا ابھی بس کیجیے، بقیہ اشعار عصر کی نماز کے بعد سنتے ہیں......اسی ظہر وعصر کے درمیانی وقفے میں امام احمد رضا نے اپنا یہ قصیدۂ معراجیہ تحریر فرما لیا اور جب عصر بعد دوبارہ مجلس جمی تو آپ نے پہلے اپنا یہ قصیدۂ معراجیہ سنانے کی اجازت لے کر سنا دیا، جسے سن کر حضرت محسن کاکوروی دم بخود رہ گئے اور فرمایا:

"مولانا اب بس کیجیے اس کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا"۔

حضرتِ رضاؔ بریلوی کا قصیدۂ معراجیہ

وہ سرورِ کشورِ رسالت، جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں، عرب کے مہمان کے لیے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک، چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں، یہ گھر عنا دل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں، رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے، اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی اُن کے رُخ کی، کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی، جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ، نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل، میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے، حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل، تجلیِ ذاتِ بحت کے تھے

خوشی کے بادل اُمڈ کے آئے، دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا، حرم کو خود وجد آرہے تھے

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر، کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کی، حطیم کی گود میں بھرے تھے

دُلہن کی خوشبو سے مست کپڑے، نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اُڑ رہا تھا، غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسن تزئین، وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکین
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں، دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا، لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا، حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پر داغ ملگجا تھا، اُٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجومِ تارِ نگہ سے کوسوں، قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں، کہاں اب اُس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں، فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پرغم، دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی، جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اُتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ، وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر، جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے، وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی، کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلوؤں کا اُن کے دھوون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولہا کا پائی اُترن، وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی، کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیبِ تن کی، یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلیِ حق کا سہرا سر پر، صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر، کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن، لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو، یہ نامُرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زیں تک، کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک، گناہ مستانہ جھومتے تھے

عجب نہ تھا رخش کا چمکنا، غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بکے اُڑا رہی تھیں، تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

ہجومِ اُمید ہے گھٹاؤ، مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ، ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اُٹھی جو گردِ رہِ منور، وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل، اُمنڈ کے جنگل اُبل رہے تھے

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی، قمر وہ خاک اُن کے رہ گزر کی
اُٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے، یہ داغ سب دیکھنا مٹے تھے

براق کے نقشِ سم کے صدقے، وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن مہکتے گلشن، ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنیء اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا، نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا، اُجالتے تھے کھنگالتے تھے

نقاب اُلٹے وہ مہرِ انور، جلالِ رُخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی، تپکتے انجم کے آبلے تھے

یہ سن کے بے خود پکار اُٹھا، نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر اُن کے تلووں کا پاؤں بوسہ، یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

یہ جوششِ نور کا اثر تھا، کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے راہ سے پھسل پھسل کر، ستارے قدموں پہ لوٹے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ، گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا، وہ گرد قربان ہو رہے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت، کہ دُھل گیا نام ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت، یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں، کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے، چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رُخ کے جلوے، کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس، یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت، خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو، کلیم پر بند راستے تھے

چلا وہ سروِ چماں خراماں، نہ رُک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے، سب این و آں سے گزر چکے تھے

بڑھ اے محمد! قریں ہو احمد! قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

جھلک سی اِک قدسیوں پر آئی، ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی، برات میں ہوش ہی گئے تھے

تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی، کہیں تقاضے وصال کے تھے

تھکے تھے رُوح الامیں کے بازو، چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی اُمید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے، گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے، کسے بتائے کدھر گئے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا، دماغ سے اِک بھبوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا، دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

سراغ این و متیٰ کہاں تھا، نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

جلو میں مرغِ عقل اُڑے تھے، عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر، چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا، اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت اُبھارتے تھے

قوی تھے مرغانِ وہم کے پر، اُڑے تو اُڑنے کو اور دم بھر
اُٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر، کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے، حیا سے جھکتے ادب سے رُکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے، تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے، کہا مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے، جو پہلے تاجِ شرف تیرے تھے

پر اِن کا بڑھنا تو نام کو تھا، حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا، دنیٰ تدلّٰی کے سلسلے تھے

ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا، تموج بحر ہو میں اُبھرا
دنیٰ کی گودی میں اُن کو لے کر، فنا کے لنگر اُٹھا دیے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا، کدھر سے گزرا کہاں اُتارا
بھرا جو مثل نظر طرارا، وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اُٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا، کہ غنچہ و گل کا فرق اُٹھایا
گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے، گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے، عجیب چکر میں دائرے تھے

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے، ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل وفرقت، جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں، تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا، کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر، وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے، اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو، تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اُدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں، اِدھر سے انعام خسروی میں
سلام ورحمت کے ہار گندہ کر، گلوئے پرنور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن، تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا، جو بات سننی تھی سن چکے تھے

وہ برجِ بطحا کا ماہ پارا، بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خُلد کا ستارا، کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

سرور مقدم کے روشنی تھی، کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی، جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیے، ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے
یہ جوش ضدین تھا کہ پودے، کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے، کروڑوں منزل میں جلوہ کرکے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی، کہ نور کے تڑکے آلیے تھے

نبیِ رحمت شفیعِ اُمت، رَضؔا پہ للہ ہو عنایت
اِسے بھی اُن خلعتوں سے حصہ، جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ، قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے!

(حدائق بخشش حصہ اول، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء، ص: ۱۳۷)

محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ لکھنو کے معروف ادیبوں کی ایک شاندار محفل میں حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدۂ معراجیہ میں نے اپنے مخصوص انداز میں پڑھ کے سنایا تو سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں

ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق
سننا چاہتا ہوں؟ تو سب نے کہا:
"اس کی زبان کوثر و تسنیم کی دُھلی ہوئی ہے"۔

سبحان اللہ!

کوثر و تسنیم کی دُھلی ہوئی زبان کے اس شاہ کار قصیدۂ معراجیہ پر امام احمد رضا کے چھوٹے بھائی اُستاذ زمن مولانا محمد حسن رضا خاں، حسنؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا محمد حسن اثرؔ قادری نوری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۳۴۶ھ) نے ایک تضمین قلم بند کی تھی جو "معراجِ حضور" (۱۳۲۸ھ) کے تاریخی نام سے ۱۳۲۸ھ میں شائع بھی ہوگئی تھی...... مولانا کی مکمل تضمین لائق مطالعہ ہے...... واضح ہو کہ یہ تضمین امام احمد رضا کی حیات ہی میں شائع ہو چکی تھی، غالب گمان ہے کہ ان کی نظر سے بھی گزری ہوگی...... پہلے شعر کی تضمین درج ذیل ہے ؎

کہیں مبارک کہیں سلامت، کہیں مسرت کے غلغلے تھے
صلوٰۃ کے گیت نعت کی گت، ثنا کے باجے بجا رہے تھے
ورفعنا کی بجا کے نوبت، مَلک سلامی اُتارتے تھے
وہ سرورِ کشورِ رسالت، جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

(معراجِ حضور، مطبوعہ بدایوں ۱۳۲۸ھ)

❁❁❁

ملکِ سخن میں آج بھی چرچا رضاؔ کا ہے
اب تک جو مستند ہے وہ سکہ رضا کا ہے
الفاظ ہیں کہ قیمتی موتی جڑے ہوئے
مصرع بتا رہا ہے کہ لہجہ رضا کا ہے
منہ میں زباں ہے کوثر و تسنیم کی دُھلی
دل نورِ مصطفیٰ سے مجلّا رضا کا ہے
مدح و ثنائے سید والا تبار میں
سب سے جو منفرد ہے وہ لہجہ رضا کا ہے
ڈوبا ہوا ہے عشقِ نبی میں ہر ایک لفظ
جو عاشقِ رسول ہے شیدا رضا کا ہے
حافظؔ فروغ نعت رسول کریم کا
سہرا بندھا ہے جس پہ وہ ماتھا رضا کا ہے

(از: حافظ عبدالغفار حافظؔ)

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہما الرحمۃ

ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی
(رکن اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان)

گزشتہ برسوں میں، میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہء قرآن اور (Colonial Period) دورِ استعمار میں دیگر مکاتبِ فکر کے افراد نے جو قرآن مجید کا ترجمہ کیا، کس انداز سے قرآن مجید کے یہ تراجم اس عہد میں (Blasphemous Content) کے لیے (Fuel) فیول فراہم کرتے رہے اور اگر اس عہد میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنزالایمان پر توجہ کی جاتی اور اس کی طرف کشکول لے کر بیٹھا جاتا تو یقیناً اس توہین آمیز مواد سے اجتناب کرنا ممکن تھا اس پر تفصیلی گفتگو میں نے گزشتہ برسوں میں کی ہے لیکن آج میں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے چند ایک گزارشات پیش کرنا چاہوں گا۔

تاریخ اسلام میں بہت کم شخصیات ایسی گزری ہیں جنہوں نے بیک وقت مسند افتاء، تدریس اور مسند ارشاد کو زینت بخشی ہے اور بہت کم لوگ ایسے ہوئے ہیں جن کے وجودِ مسعود میں بیک وقت علم الکلام، علم الفقہ، اصولیات اور تصوف کا حسین امتزاج پایا جاتا ہو لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ میں جو خصوصیت کے ساتھ انفرادیت بھی پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے مبارک وجود میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم الکلام، علم الفقہ، علم التصوف اور نبی پاک ﷺ کے عشق کو جمع فرما دیا ہے اور امام اہلسنت کی شخصیت، اور آپ کی تحریر میں ہر مقام پر عشق رسول ﷺ کا غلبہ دکھائی دیتا ہے اور حیرانی اس بات پر ہوتی ہے کہ آپ نے جس طرح اصول تفسیر، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول اعتقاد بلکہ جس بھی فن پر قلم اٹھایا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام علوم عقلیہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کیے ہوئے اس طرح سے موجود ہیں کہ آپ جس طرح چاہتے ہیں اپنے ارادے کے مطابق ان میں تصرف فرماتے ہیں لیکن جب عشق رسول ﷺ کی باری آتی ہے تو امام احمد رضا خان بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سر جھکائے ایسے دکھائی دیتے ہیں کہ پھر ان کا ہر فن اور ہر علم مغلوب ہوجاتا ہے اور صرف عشق مصطفیٰ ﷺ غالب رہتا ہے۔

فتاوٰی رضویہ میں متعدد مقامات پر شیخ اکبر سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار فرمایا ہے اس محبت کا اندازہ آپ ان القابات سے لگا سکتے ہیں جو امام اہلسنت نے شیخ اکبر کے لیے اپنے فتاوٰی میں

استعمال فرمائے ہیں۔فرماتے ہیں:

"حضرت امام المکاشفین محی الملت والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خاتم الاولیاء، حضرت خاتم الولایۃ المحمدیہ فی زمانہ، بحر الحقائق ولسّانُ القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نفعنا اللہ فی الدارین بفیضانہ، بحر الحقائق الممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت لسّانُ القوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عین المکاشفہ رضی اللہ عنہ، امام الطریقۃ بحر الحقیقہ سیدنا شیخ اکبر، امام الطریقۃ لسان الحقیقۃ، امام اَجَل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ"۔

آپ نے ان بڑے القابات کے ساتھ شیخ اکبر کو خطاب فرمایا ہے شیخ اکبر کے حوالے سے میں چند حوالہ جات فتاوٰی رضویہ میں سے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اصول حدیث کا ایک اصول یہ ہے کہ جب محدثین کسی حدیث کو روایت کرتے ہیں اگرچہ وہ اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہی کیوں نہ ہو، اگر اکابر مجتہدین اس حدیث سے احتجاج کرلیں (بطور دلیل اس سے استفادہ کریں) اور اس پر عمل کریں تو محدثین اور مجتہدین کا عمل اس حدیث کو تقویت پہنچادیتا ہے۔

ایک جگہ اعلیٰ حضرت فتاوٰی رضویہ جلد پنجم میں فرماتے ہیں:

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ،قَالَ النَّوَوِيُّ وَاِسْنَادُه ضَعِيْفٌ نَقَلَه مِيْرَكُ فَكَاَنَّ التِّرْمِذِيَّ يُرِيْدُ تَقْوِيَةَ الْحَدِيْثِ بِعَمَلِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللهِ تَعَالٰى۔

ترجمہ: یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عملِ اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

امام نووی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں کہ اگر امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف کہنے کے باوجود یہ لکھا ہے کہ محدثین نے اس حدیث پر عمل کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے عمل کرنے کی وجہ سے وہ حدیث کو تقویت پہنچانا چاہتے ہیں، وہ بتارہے ہیں کہ یہ مقام ضعف سے نکل کر اب اس قدر بلند درجے میں آگئی کہ اس پر محدثین اور مجتہدین نے عمل کیا ہے۔

اب اعلیٰ حضرت اس پر آگے جاکر ایک استشہاد خصوصی طور پر شیخ اکبر کی ایک کرامت سے یہاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر نے یہ حدیث نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ لَآاِلٰہ اِلَّااللّٰہُ سَبْعِیْنَ اَلْفًا غَفَرَاللّٰہُ تَعَالٰی لَہ

ترجمہ: جس شخص نے ستّر ہزار مرتبہ لاالٰہ الااللہ پڑھا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔

تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے بعض احباب کے ساتھ ایک دستر خوان پر موجود تھا اور اس دسترخوان پر ایک نوجوان کھانا کھاتے ہوئے اچانک رونے لگا تو میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نوجوان نے کہا کہ میری ماں کا وصال ہوگیا اور میں نے اپنی ماں کو کشف کے ذریعے عذاب میں مبتلا دیکھا ہے،تو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دسترخوان پر بیٹھے بیٹھے اپنے دل ہی دل میں وہ ستّر ہزار مرتبہ جو کلمہ طیبہ پڑھا تھا اس کا ثواب اس نوجوان کی ماں کو بخش دیا، جیسے ہی میں نے وہ ثواب بخشا تو وہ نوجوان ہنسنے لگا،تو فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے وجہ طلب کی تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ماں کی بخشش فرمادی ،تو فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت کو عملاً اس نوجوان کے کشف سے جانا اور میں نے اس نوجوان کے کشف کو اس حدیث کی صحت سے پہچان لیا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

امام سیوطی تعقبات میں امام بیہقی سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جس طرح علماء اور مجتہدین کا عمل کسی حدیث کے ضعف کو ختم کر کے اس کو تقویت کے ساتھ بلند مقام پر لے جاتا ہے اسی طرح صالحین کا عمل اور صالحین کا کسی روایت کو بیان کردینا یہ بھی اس حدیث کے ضعف کو ختم کردیتا ہے۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے حوالے سے عمومی طور پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں،اس پر ایک طویل کتاب اس ناچیز کو بھی لکھنے کا موقع ملا اور وہ یقیناً ان بزرگوں کا فیضان ہے۔"شیخ ابن عربی کا تصورِ نبوت اور عقیدۂ ختم نبوت"

اعلیٰ حضرت سے کسی نے ایک من گھڑت روایت لکھنے کے بعد سوال کیا کہ آپ ان کلمات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

الجواب: یہ کلمات الحاد ہیں اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت جو وہ ملعون حکایت نقل کی ہے محض کذب وافتراء وساختہ ابلیس لعین ہے،توحید ایمان ہے،اور وحدت وجود حق اور زعم اتحاد الحاد ہے ،صوفیائے کرام تو صاحب تحقیق ہیں اور ان کے بارے میں یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ تدسیس ہے یہ الحاق ہے۔اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ شیخ اکبر محی الدین علیہ الرحمۃ کی تحریر نہیں ہوسکتی ، یہ بہت ضروری بات ہوتی ہے کہ آپ کسی اصولی شخص کی کتاب کا مطالعہ کریں تو آپ اسکی (Methodology) پر غور کرتے ہیں کہ وہ اپنے مسائل کس (Methodology) کی بنیاد پر حل کرتا ہے آپ نے یہ صرف اپنی رائے کے پیش نظر نہیں فرمادیا کہ یہ الحاد ہے، تدسیس

ہے یا یہ الفاظ دخیل ہیں بلکہ آپ نے باقاعدہ طور پر امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے تناظر میں یہ ثابت کیا ہے کہ جب امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے دست مبارک کے ساتھ دستخط شدہ آپ نے فتوحات مکیہ کا نسخہ خود ملاحظہ فرمایا تو اس میں ایسی کوئی عبارت موجود نہیں تھی جہاں اہل سنت کے عقیدے کے خلاف کوئی بات تحریر کی گئی ہو۔ اور پھر اعلیٰ حضرت نے ایک دو نہیں بلکہ متعدد حوالہ جات اس حوالے سے نقل کیے اور یہ بات واضح فرمائی کہ اگر شیخ اکبر کی کسی کتاب میں اہل سنت کے عقیدے سے متصادم کوئی چیز ملتی ہے اور تطبیق آپ کے لیے ممکن نہ ہو تو آپ یہ بات ذہن میں رکھیے کہ وہ الحاق ہے، دخیل ہے اور تدسیس ہے۔

ایک مقام پر اعلیٰ حضرت سے شریعت اور طریقت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اعلیٰ حضرت نے قرآن وسنت اور اقوال اولیاء کی روشنی میں کس قدر خوبصورت وضاحت فرمائی ہے ملاحظہ کیجیے، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین محمد بن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں:

اِيَّاكَ اَنْ تَرْمِيَ مِيْزَانَ الشَّرْعِ مِنْ يَدِكَ فِيْ الْعِلْمِ الرَّسْمِيِّ بَلْ بَادِرْ اِلَى الْعِلْمِ بِكُلِّ مَا حَكَمَ بِهِ وان فهمت منه خلاف مايفهمه الناس مما يجول بينك وبين امضاء ظاهر الحكم به فلا تعول عليه فانه مكر الهي بصورت علم الهي من حيث لا تشعر۔

ترجمہ: (فرماتے ہیں کہ) جب علم ظاہر کی بات ہوگی تو کبھی شریعت کے میزان کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دینا بلکہ آگے بڑھ کر ہمیشہ شریعت کے دامن میں پناہ لے لینا۔ ہر وہ بات جس کا شریعت نے تمہیں حکم دیا ہے اس پر عمل کرنا اگرچہ لوگوں کی فہم اور عقل اور فراست کچھ اور کہتی ہو، تمہیں ہمیشہ شریعت کے دامن میں پناہ لینی ہے، کبھی کبھی علم الٰہی مکر الٰہی کی صورت ہوتی ہے۔

کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ علم کو ایک آزمائش کی صورت بنا دیتا ہے، اب بندہ اس آزمائش میں شریعت کو ترک کردے تو پھر انسان گمراہی کے رستے کو اختیار کرلیتا ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بہت خوبصورت بات یہاں نتیجۃً لکھی ہے فرماتے ہیں کہ "شریعت اور حقیقت یہ دونوں ایک ہی چشمے سے پھوٹتے ہیں"، فرماتے ہیں کہ "شریعت کا ایک دائرہ علیا ہے اور ایک دائرہ سفلیٰ ہے، جو دائرہ سفلیٰ ہے اس کا علم صرف اہل فکر رکھتے ہیں اور جو دائرہ علیا ہے اس کا علم صرف اہل کشف رکھتے ہیں، جس شخص کے وجود میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دونوں صفتیں جمع فرمادے کہ وہ اہل فکر بھی ہو اہل کشف بھی ہو وہ حکیم الزماں ہوتا ہے، اسے حکیم الزماں کہتے ہیں۔ وہ

لوگ جو اہل فکر میں سے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی پہنچ اہل کشف تک نہیں ہوتی تو یہ ممکن ہے کہ علماء اصحاب کشف کی تردید کردیں، لیکن جو اعلیٰ ترین دائرے میں کھڑا ہے وہ یقینی طور پر نیچے سے ہی اوپر گیا ہے، تو فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ جو اہل کشف میں سے ہو وہ اہل فکر کی کسی شرعی معاملے میں تردید کردیں، فرماتے ہیں سبحان اللہ اہل ظاہر اگر علوم حقیقت کو نہ سمجھیں عذر رکھتے ہیں کہ شریعت کے دائرے زیریں میں ہیں۔ مدعی ولایت جو علم ظاہر سے منکر ہو معلوم ہوا کہ وہ قطعاً جھوٹا، کذاب اور فریبی ہے کہ اگر دائرہ بالا تک پہنچا تو دائرہ زیریں سے جاہل نہ ہوتا۔ جڑ والے اگر شاخ تراشیں تو اصل درخت قائم رہتا ہے، لیکن اگر بلند شاخ پر پہنچنے والا جڑ کو کاٹنے کی کوشش کرے گا تو اس صورت میں تو سب فنا ہو کر رہ جائیگا۔ تو اس خوبصورتی کے ساتھ اعلیٰ حضرت نے خصوصی طور پر شریعت اور طریقت کے اس دور میں تضاد کو آپ نے واضح فرمایا ہے کہ یہ تمہاری کج فہمی کے سبب ہے ورنہ حقیقۃً شریعت اور حقیقت ایک ہی چشمے سے پھوٹنے والے دو الگ الگ سوتے ہیں۔

جب اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا کہ اٹھارہ ہزار اعالَم سے کیا مراد ہے؟ یعنی "الحمدللہ رب العالمین" میں جن عالَموں کا ذکر ہے اور ہمارے یہاں عالَم کی بحث میں طویل مباحث ہیں جو ہمارے ہاں کتب فلاسفہ میں لکھے ہوئے ہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کل عالَم اٹھارہ ہیں اور ہر ایک میں کثرت مخلوقات کے سبب اسے ہزار سے تعبیر کیا تو اسی لیے اٹھارہ عالَم کو اٹھارہ ہزار عالَم کہا گیا، موالید ثلاثہ (نباتات، جمادات، حیوانات) اور چاروں عناصر (آگ، ہوا، مٹی اور پانی) اور ساتھ آسمان (فلک ثوابت، فلک اطلس، عرش اور کرسی) ان تمام کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اَفَادَتْهُ الشَّيْخُ الْاَكْبَرُ مُحْيُ الدِّيْنِ اِبْنُ الْعَرَبِيْ قُدِّسَ سِرُّهٗ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

یعنی یہ افادہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے کیا اللہ بہتر جانتا ہے۔

یہ بات میں آپ کو ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں کہ مجھے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور شیخ اکبر کی بارگاہ میں اعتکاف کرنے سے جو کچھ چیزیں نصیب ہوئیں تو مجھے یہ اندازہ ہوا کہ ان کی فکر ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص صرف ایک یا دو صفحات پڑھ کر شیخ اکبر کی فکر کا کلی ادراک کر سکے لیکن یہ بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ صرف ان دو سطروں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ کی ہزاروں صفحات کا خلاصہ سمجھا دیا کہ اٹھارہ ہزار عالَم کس طرح سے اٹھارہ عالموں کے اندر اللہ تعالیٰ نے بند فرمائے۔

کسی نے مسئلہ افضلیت پر اعلیٰ حضرت سے سوال کیا اور حوالہ شیخ اکبر کی کسی عبارت کا دیا کہ یہ بات تو شیخ اکبر نے بھی کہی ہے تو آپ جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ اہل سنت

کا مذہب نہیں یہ روافض کا مذہب ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ہر بچہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی تمام کتب عقائد میں افضل البشر بعدالانبیاء ابوبکر الصدیق ہیں۔ انبیاء کے بعد سب سے افضل انسان ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (۱۷) الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (ترجمہ: اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔)

قرآن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس مقام پر "الاتقیٰ" کہا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

گویا کہ قرآن کریم کی ان دونوں آیات کو جوڑ کر پڑھا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے اکرم اور افضل بعدالانبیاء حضرت ابوبکر صدیق کی ذات اقدس ہے۔

اب اعلیٰ حضرت کے مطالعہ کی گہرائی کا آپ اندازہ کریں کہ ان کے مطالعے کی گہرائی کی کیفیت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ فتوحات مکیہ پر اس شخص نے بھی افتراء جڑا ہے، فتوحات مکیہ کے صریح الفاظ یہ ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْ اُمَّتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ أَبِيْ بَكْرٍ غَيْرَ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

یہ ہمارے ہاں اصول حدیث میں ایک پہیلی ہے کہ اگر کہا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں بالاتفاق وہ کون ہیں جو صدیق اکبر سے بھی افضل ہیں، تو اصول حدیث میں اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وہ حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ذات اقدس ہے کیونکہ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت، لقاء رفاقت، صحبت، مجالست اگر ایمان کی حالت میں ہو اور وصال بھی ایمان کی حالت میں ہو تو وہ صحابیت کے درجے میں پہنچتے ہیں اور فضیلت یہ ہے کہ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَو رأى من رَآنِي۔ اللہ نے انہیں یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے تو اصول حدیث کی کتب میں ظفر الامانی اور دیگر کتب میں یہ مثال دے کر بتایا ہے کہ جب حضور ﷺ نے سفر اسراء میں کل انبیاء کی امامت فرمائی تو اقتداء میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بھی موجود تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی زیارت کی تو یہ زیارت انہیں صحابیت کے مرتبے کو بھی پہنچاتی ہے اور اسی لیے شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک ولایت عامہ ہے اور ایک ولایت محمدیہ ہے، ولایت عامہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پھیلی ہوئی ہے اس ولایت کی اقتداء آدم علیہ السلام سے ہے اور انتہاء عیسیٰ بن

مریم پر ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ جو ولایت محمد یہ ہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا کسی کو خاتم بنایا ہے تو وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی اس عبارت میں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر اس پوری اُمت میں شیخ اکبر کے عقیدے کے مطابق بھی کوئی سب سے افضل ترین وجود بعد از انبیاء ہے تو وہ بالاتفاق حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہیں۔

پھر اعلیٰ حضرت فتاوٰی رضویہ جلد پنجم میں فرماتے ہیں کہ:

حضرت خاتم الولایۃ المحمدیہ فی زمانہ، یہ خاتم ولایت محمدیہ مقامات سعادت ترتیب میں شیخ اکبر نے اولیاء کے مراتب بہت خوبصورتی کے ساتھ بیان فرمائے۔تو اس میں آپ ایک دعویٰ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اُمت میں جو ولایت محمدیہ ہے اس کا خاتم اللہ نے مجھے بنایا ہے،تو اب اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر امام مہدی علیہ السلام اور پھر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟

تو یہ جو اعلیٰ حضرت نے شیخ اکبر کی اس صفت کے ساتھ (کہ آپ خاتم ولایت محمدیہ ہیں) میں "فی زمانہ" لکھا ہے یہ انہوں نے بہت بڑا عقدہ حل فرمایا ہے کہ شیخ اکبر کا مختلف مقامات پر یہ دعویٰ کرنا کہ خاتم ولایت محمدیہ میں خود ہوں تو دراصل وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے ایسا نہیں ہے کہ وہ قیامت تک آنے والے تمام تر اولیاء میں خاتم اولیاء ہیں بلکہ شیخ اکبر کا یہ دعویٰ اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے کیونکہ امام مہدی علیہ السلام اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ تمام دیگر اولیاء جو بعد کے اوقات میں تشریف لائے ہیں تو یقینی طور پر یہ دعویٰ ان کے بارے میں سچ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔آپ فرماتے ہیں بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نفعنا اللہ فی الدارین بفیضانہ فتوحات مکیہ شریفہ میں فرماتے ہیں:

فلو فقد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذٰلك الوطن وحضرہ ابو بکر لقام فی ذٰلك المقام الذی اقیم فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ لیس ثم اعلیٰ منہ یحجبہ عن ذٰلك فھو صادق ذٰلك الوقت وحکمہ وماسواہ تحت حکمہ (ثم قال) وھذا المقام الذی اثبتناہ بین الصدیقیۃ ونبوۃ التشریع الذی ھو مقام القربۃ و ھو للافراد ھو دون نبوۃ التشریع و فوق الصدیقیۃ فی المنزلۃ عنداللہ والمشار الیہ بالسر الذی وقر فی صدر ابی بکر ففضل بہ الصدیقین اذحصل

له ماليس في شرط الصديقية ولامن لوازمها فليس بين ابي بكر وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل لانه صاحب الصديقية وصاحب سر۔

یعنی اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس موطن میں تشریف نہ رکھتے ہوں اور صدیق اکبر حاضر ہوں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام پر صدیق قیام کریں گے وہاں صدیق سے اعلیٰ کوئی نہیں جو انہیں اس سے روکے، وہ اس وقت کے صادق وحکیم ہیں اور جو ان کے سوا ہیں سب ان کے زیرِ حکم، یہ مقام جو ہم نے ثابت کیا صدیقیت اور نبوت شریعت کے بیچ میں ہے، یہ مقام قربت فردون کے لیے ہے، اللہ کے نزدیک نبوت شریعت سے نیچا اور صدیقیت سے مرتبے میں بالا ہے اسی کی طرف اس راز سے اشارہ ہے جو سینہ صدیق میں متمکن ہوا جسکے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے کہ ان کے قلوب میں وہ راز الٰہی حاصل ہوا جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم سے، تو ابوبکر صدیق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی شخص نہیں کہ وہ تو صدیقیت والے بھی ہیں اور صاحب راز بھی، رضی اللہ عنہ۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں مقام نبوت کے بعد اگر کسی کے مقام کو بیان فرمایا ہے تو وہ مقام صدیقیت ہے:

مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ

لہٰذا جو سوال بالخصوص شیخ اکبر کے حوالے سے کیا گیا اعلیٰ حضرت نے اسکا بھی بھرپور ایک مکمل جواب عنایت فرمایا۔ جب روح اور حقیقت روح اور جسم کے بارے میں سوال اعلیٰ حضرت سے کیا گیا تو اس کا جواب بھی اعلیٰ حضرت نے شیخ اکبر کی اس عبارت سے حل کیا فرماتے ہیں:

امام طریقت، بحر الحقیقت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں لیس فی العلوم اصعب تصورا من هذه المسئلة فان الارواح طاهرة بحكم الاصل والاجسام وقواها كذلك طاهرة بما فطرت عليه تسبيح خالقها وتوحيده ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق به التكليف وظهر منه الطاعات والمخالفات الخ۔

ترجمہ: علوم میں اس مسئلہ سے زیادہ عسیر الفہم (سمجھنے کے اعتبار سے مشکل مسئلہ) کوئی نہیں، اس لیے کہ ارواح بحکم اصل پاک

ہیں،اسی طرح اجسام اور ان کے قویٰ اپنے خالق کی تسبیح وتوحید کی جس فطرت پر پیدا ہوئی ہیں، پاک ہیں،پھر جسم اور روح کے ملاپ سے نام انسان رونما ہوا،اس سے تکالیف و احکام وابستہ ہوئے اور اس سے فرمانبرداری وخلاف ورزی ظہور ہوئی۔

بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے شیخ اکبر کی کتب سے بھرپور طور پر اپنے فتاوٰی میں استفادہ کیا ہے اعلیٰ حضرت کی ذات اقدس ان عظیم المرتبت اولیاء اور بزرگوں میں سے ایک ہے کہ جن کے وجود مسعود میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام رازی کی حکمت کو، جنید و بایزید کے فقر کو،حضرت حسان بن ثابت اور جامی کے سوز و گداز کو،اور حضرت امام اعظم کی فقاہت کو، اور اکابر کی حکمت کو ایک ہی وجود میں جمع فرما دیا، یہ ہمارے لیے فخر کی بات ہے،سعادت کی بات ہے کہ ہم اس عہد میں موجود ہیں جہاں ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے اعلیٰ حضرت کے رشحات قلم سے استفادہ کرنے کا ہمیں موقع مل رہا ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاں اعلیٰ حضرت نے علم فقہ کو علم کلام وتصوف کو اور عشق رسول ﷺ کو اپنی ذات میں جمع کیا ہے اور ہمیشہ علم کے ساتھ فقر کو اختیار فرمایا ہے،ہم بھی کوشش کریں کہ ان اولیاء کرام کے دربار میں ہم بھی کشکول لے کر بیٹھیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دامن کو بھی ان علوم عالیہ سے مال مال فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

حواشی:

۱۔فتاوٰی رضویہ،جلد5،کتاب الصلاۃ،ص115۔جلد5،کتاب الصلاۃ،ص127۔جلد5 ص476 رضا فاؤنڈیشن۔جلد15 کتاب السیر ص۔کتاب السیر جلد15 ص148۔جلد21 ص112۔ جلد21 ص113۔جلد 21 ص112 کتاب الحظر والاباحۃ۔137۔جلد 27 کتاب الشتیٰ ص118

۲۔ فتاوٰی رضویہ ۵/ ۴۷۶

۳۔ فتاوٰی رضویہ ۵/ ۱۱۱

۴۔ فتاوٰی رضویہ،۱۵/ ۴۴

۵۔ فتاوٰی رضویہ 21/ 548

۶۔فتاوٰی رضویہ 29/ 254

۷۔ پ ۳۰،الیل ۱۷-۱۸،

۸۔پ۲۶،الحجرات ۱۳،

۹۔سنن الترمذی،کتاب المناقب،باب ماجاء فی فضل من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم،۵/ ۶۶۱ رقم الحدیث ۳۸۸۴۔

۱۰۔فتاوٰی رضویہ،۱۵/ ۶۸۰

۱۱۔پ۵النساء۶۹

۱۲۔فتاوٰی رضویہ 9/ 864

(نوٹ: یہ مقالہ بتاریخ 28 اکتوبر 2022ء کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی میں منعقدہ سالانہ امام احمد رضا کانفرنس میں پڑھا گیا)

السلام قبل از کلام

ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی معرکتہ الآراء دلنشیں کاوش

برکات الخیرات

از: دانش جوئے رضویات
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

درود اولے خوانم و آخرش باز خواں
زِ ایں سبب اثر در دعاءِ من ہستیم

جب وہ جانِ دو عالم ﷺ سامنے تھے تو سب دیکھ دیکھ کر جیتے تھے...... اب جب وہ راحتِ جاں سامنے نہیں تو دل لوٹ رہے ہیں...... آنکھیں ترس رہی ہیں، تسکینِ جاں سامنے نہیں تو مضطرب و بے چین عاشقِ زار، دلفگار شوقِ لقا لیے کہاں جائے...... اللہ اللہ! ذرا دل تھام کر اُس منظر کو نظروں میں لایئے جب جانِ دو عالم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما رہے تھے...... وہ منظر کہ جس کی منظر کشی و بیاں سے دل لرزتا ہے...... پوچھنے والے نے وہ بات پوچھی کہ جس سے قلب ونظر اشک بار ہوئے جاتے تھے، دل سنبھالے نہیں سنبھلتے تھے، مگر پوچھنے والے کے سوال میں قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے راحت و تسکین کے سامان کا راز پنہاں تھا...... پوچھنے والے نے پوچھا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن دے چکو تو میرے تخت کے سامنے درود پیش کرنا، پھر چلے جانا...... پھر سب سے پہلے جو درود پیش کرے گا وہ جبرئیل ہونگے، پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت، یہ سب کے سب اپنے اپنے فرشتوں کے لشکروں کے ساتھ آئیں گے (درود پیش کریں گے، چلے جائیں گے) پھر تم فوج درفوج میرے پاس آنا اور مجھ پر درود پڑھنا اور سلام پڑھنا"۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد: ۴، مطبوعہ فیصل آباد، ۱۹۷۴ء، ص: ۵۴)

چنانچہ جب وہ قیامت خیز گھڑی آئی، ایسا ہی ہوا، سب نے باری باری اور اپنے اپنے انداز میں درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کیں، یہ منظر وہ منظر ہے جو بھلائے نہیں بھولتا...... اس روایت سے یہ بات بخوبی عیاں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہر اُمتی کو یہ حکم فرد یا ہے کہ میرے چلے جانے کے بعد بھی مجھ پر درود پڑھتے رہنا، سلام پڑھتے رہنا...... بس اسی فرمان کی تعمیل میں ہر زمانے کے اہلِ ایمان اپنے اپنے انداز میں درود اور سلام کے نذرانے پیش کرتے چلے آئے۔

پھر خود مولیٰ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو...... چنانچہ حضرات صحابہ،

تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، مفسرین، محدثین اور بہت سے علماء وصلحاء نے اپنے اپنے ذوق اور قلبی واردات کے نتیجے میں درود شریف تصنیف فرمائے، وہ سب معانی کے اعتبار سے قرآن وحدیث سے مستفاد ہیں......حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت علی، حضرت امام زین العابدین، حضرت مصیب بن ورد، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت حسن بصری، حضرت امام شافعی، حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ سید احمد رفاعی، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی، حضرت امام غزالی، حضرت امام رازی، حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بے شمار علماء وصلحاء اُمت نے درود شریف تصنیف فرمائے کہ یارسول اللہ ﷺ

محرم صادقاں ہے تو،
مقصد عارفاں ہے تو

حضرت شیخ محمد حقی رحمۃ اللہ علیہ نے "خزینۃ الاسرار" میں مختلف النوع کے چار ہزار اور ایک روایت میں ہے کہ بارہ ہزار درود کے صیغے جمع فرمائے......حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے "جذب القلوب" میں بہت سے درود شریف ذکر کیے ہیں......حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت شیخ ابو صالح نصر بن تاج الدین ابو بکر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم نے مختلف کتابوں اور روایتوں سے درود شریف پر ایک کتاب: شفاء الاسقام و محو الانام فی الصلوٰۃ علیٰ خیر الانام مدون کی ہے، اس میں سترہ ابواب ہیں اور ہر باب میں حضور اکرم ﷺ کی کسی خاص صفت کو بیان کیا گیا ہے......حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قادری چھوروی رحمۃ اللہ علیہ نے "مجموعہ صلوٰۃ الرسول" کے نام سے چھے جلدوں میں درود شریف کی کتاب تصنیف فرمائی ہے، جسے قرآنی طرز پر تیس پاروں میں تقسیم کیا ہے......شیخ نور محمد بن محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ نے "دلیل الخیرات" کے نام سے چار جلدوں میں درود شریف کی کتاب مدون کی ہے......حضرت شیخ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علیٰ سید الکونین" میں اپنے سے قبل بارہ سو سال میں درود شریف پر لکھی جانے والی تقریباً تمام ہی کتب کا احاطہ کرتے ہوئے ہزاروں درود شریف جمع فرمائے ہیں ......

حضرت علامہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی "القول البدیع فی الصلوٰۃ علیٰ حبیب الشفیع" اور حضرت امام محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ کی "دلائل الخیرات و شوارق الانوار فی ذکر الصلوٰۃ علی النبی المختار" المعروف "دلائل الخیرات" اہل باطن اور اہل محبت میں کسی تعارف کی محتاج نہیں......حیدرآباد دکن کے ایک عالم سید محمد عبدالغفور خان نامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل الخیرات کی طرز پر سات حزبوں کی ترتیب میں درود شریف کی ایک کتاب "اوائل الخیرات" لکھی ہے ......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے آخر

میں درود وسلام پر مشتمل ایک طویل نظم درج ہے جس کا مطلع یہ ہے ۔

الصلوٰۃ و السلام علیك یا رسول اللّٰہ
الصلوٰۃ و السلام علیك یا نبی اللّٰہ

اس میں درودوسلام پر مبنی اسی طرح کے تیس اشعار ہیں۔

امام احمد رضا نے اپنے سلسلہ عالیہ کا شجرۂ طریقت قادریہ برکاتیہ بھی درود شریف کی صورت میں "زھر الصلوٰۃ" کے نام سے مرتب فرمایا ہے۔

امام احمد رضا کے دیوان" حدائقِ بخشش" میں ایک منظوم کلام" قصیدۂ درودیہ" ہے جس کے ساٹھ (۶۰) اشعار میں آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے بارگاہِ اقدس میں مختلف انداز سے درود شریف کے کروڑہا گجرے پیش کیے ہیں، جس کا مطلع ہے ۔

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

اسی دیوان میں ایک نظم" قصیدۂ سلامیہ" کے عنوان سے بھی ملتی ہے جس کے ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار ہیں، امام احمد رضا اس قصیدے میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مختلف النوع انداز و الفاظ میں سلاموں کی ڈالیاں نچھاور کرتے دکھائی دیتے ہیں، اس کا مطلع ہے ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کسی نے" درودِ تاج" اور" دلائل الخیرات" پڑھنے کو شرکِ محض اور بدعتِ سیئہ بتایا تو حضرت حاجی امداد اللہ چشتی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ مولوی کرامت اللہ خان دہلوی نے امام احمد رضا کو ایک استفتاء بھیجا، جس کے جواب میں آپ نے ایک مستقل رسالہ بعنوان"الامن والعلیٰ" تصنیف فرمایا، جس میں استفتاء کے جواب کے ساتھ ساتھ درود شریف کے فضائل اور متعدد صیغے تحریر کیے ہیں۔

الغرض ہر زمانے کے اہل ایمان درود شریف کے صیغے لکھتے اور درود وسلام کی کتب مدون کرتے چلے آئے ہیں...... اُستاذ العلماء سیدی علامہ جمیل احمد نعیمی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب اور برادرم محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی کی خواہش و اصرار پر فقیر بھی تین سال سے درود شریف کی ایک کتاب مدون کرنے میں مصروف ہے جس میں دفع آفات و بلیات اور مختلف بیماریوں سے شفاء دینے والے درودوں کو جمع کر کے اسے" دوائے درد و آلام، درود وسلام" کا نام دیا گیا ہے...... درود شریف کی کتاب مدون کرنا بڑی سعادت کی بات ہے...... یہ سعادت بزورِ بازو حاصل کرنا ممکن نہیں، یہ سعادت اسے ہی ملا کرتی ہے جس کا وہ جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انتخاب فرمالیتے ہیں ۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

صدرِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی محبِ من پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید لطفہٗ کی خوش نصیبی کہ انہیں بھی اس کام کے لیے چُن لیا گیا...... لفظ" چُن لیا گیا" فقیر نے اپنی طرف سے نہیں کہہ دیا، اس کے پیچھے ایک

داستانِ محبت وعنایت پوشیدہ ہے! آپ بھی سنیں۔

موصوف نے ۲۰۱۴ء میں "درود وسلام کی حقیقت واہمیت" اور پھر ۲۰۱۶ء میں "سیر لامکاں" نامی کتب لکھیں تو انعام واکرام کی برسات کا سلسلہ شروع ہوگیا...... اِک روز موصوف کی خانقاہِ قادریہ رضویہ مجیدیہ، کراچی میں ماہانہ ختم قادریہ کی محفل سجی تھی کہ محمد سلمان قادری نامی ایک صاحب تشریف لائے، جب محفل کا اختتام ہوا تو فرمانے لگے' حضرت آپ کے لیے ایک خاص تحفہ لایا ہوں، باادب ہاتھ پسار لیں ...... پھر انھوں نے حضور اکرم جانِ دو عالم ﷺ کے گیسوے مبارک کا ایک بالِ مقدس عطا کیا...... گیسوے مقدس کی جلوہ آرائی ہوئی تھی کہ مشکی مہک سے پوری محفل مہک اُٹھی، اللہ اکبر ؎

وہ کرم کی گھٹا گیسوے مُشک سا
لکّہء ابرِ رافت پہ لاکھوں سلام

پھر یہی نہیں ساتھ میں "ریاض الجنۃ" کی خاکِ پاک بھی عنایت کی......اللہ اکبر ؎

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغہ ہے ہمارا
اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اِس خاک میں مدفون شہِ بطحا ہے ہمارا

فاضل مصنف نے عنایات کی اس بارش میں نہاتے ہوئے ۲۰۲۱ء میں درود شریف کی ایک اور کتاب "مجموعہء درودِ رضویہ" مدون کی (جس میں امام احمد رضا کی کتب و رسائل اور فتاویٰ میں پوشیدہ تقریباً ۳۵۰ درود شریف کے متعدد صیغوں کو جمع کیا گیا ہے) تو مزید بشارتِ کرم موصول ہوئی، چنانچہ ابھی جب کہ "مجموعہء درودِ رضویہ" زیرِ طبع ہی تھی، کہ موصوف کے ایک محب' جناب سید مسعود غازی صاحب ملاقات کو تشریف لائے اور باطنی واردات سے مزین اپنا ایک خواب یوں سنایا کہ:

"میں نے ایک مبارک خواب دیکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی مجلس مبارک سجی ہے، اِرد گرد صحابہ کرام اور اہل اللہ دم بخود بیٹھے ہیں اور اس محفل مبارک میں آپکی کتاب "مجموعہء درودِ رضویہ" کا ذکر ہورہا ہے"۔

اللہ اکبر!

یوں تو جھونکے آ رہے ہیں باغِ جنت سے مگر
باغِ طیبہ کی ہوا کی بات ہی کچھ اور ہے

پھر جب کتاب "مجموعہء درودِ رضویہ" طبع ہوچکی اور مصنف موصوف نے اسے "دلائل الخیرات" کی طرح حزبوں کی طرز پر "برکاتُ الخیرات" کے نام سے ترتیب دینے کا کام شروع کیا تو پھر سے سحابِ کرم چھا گئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے عنایات کی برکھا برسنے لگی ؎

نہ تو میرا کوئی کمال ہے نہ ہے دخل اس میں غرور کا
مجھے رکھتے ہیں وہ نگاہ میں یہ کرم ہے میرے حضور کا

اِک دن صبح صبح بعد فجر ایک صاحبِ سلسلہ بزرگ

جناب حافظ حبیب اللہ قادری کا موصوف کو فون آیا کہ ڈاکٹر صاحب آپ آج ہی آکر اپنی امانت مجھ سے لے جائیں ...... عرض کیا' میں نے تو کوئی امانت آپ کے پاس نہیں رکھوائی تھی، بھلا پھر یہ کون سی امانت ہے!...... فرمانے لگے' آپ آئیں تو بتاتا ہوں...... موصوف تجسس میں گم فوراً اُن کے درِ دولت پہنچے، ملاقات پر اُنہوں نے شیشے کا ایک بکس پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میں عرب شریف سے بڑی تگ و دو کے بعد لایا تھا اور جان سے عزیز اسے سنبھال سنبھال کر رکھا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اسی کے ادب واحترام کی برکت ہے کہ گزشتہ رات جب میں سورہا تھا' میری قسمت جاگ اُٹھی، غریب خانہ بقعہءِ نور، کانِ کستور بن گیا، حضور اکرم جانِ دو عالم ﷺ کا ظہورِ قدس ہوا، زیارتِ اقدس سے مشرف ہوا' اس دوران آپ ﷺ نے پیش نظر یہ سوغات آپ جناب کو پیش کرنے کا حکم فرمایا۔ جب سے بیدار ہوا ہوں حکم اقدس کی تعمیل کے لیے فکر مند ہوں، لیجیے اپنی یہ امانت سنبھال لیجیے ؂

تیرے کرم سے بے نیاز کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہی اپنی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

موصوف نے فرطِ مسرت سے جھلکتی آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے وہ شیشے کا بکس کھولا تو خیرہ چشم تکتے رہ گئے ؂

ہیبت عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا
کفشِ پا پر گر کے بن جاتا ہے گچھا نور کا

☆

کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

دیکھا تو اس بکس میں جانِ دو عالم ﷺ کے کفشِ پا کی جوڑی مبارک تھی......

اللہ اللہ!

اِک طرف نعلین مبارک ہاتھوں میں، اِک طرف دل سینہ چیر کر لپکنے، پکڑنے کو بے قرار، تو دوسری طرف جبیں جھکی جارہی تھی...... ؂

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

آج وہ نعمتِ عظمیٰ سامنے تھی جس کا نقش ہی دیکھ کر آنکھیں نم اور دل نرم و گداز ہوجایا کرتا تھا...... ؂

آپ کے قدموں کی نرمی قلب پر محسوس کی
جب بھی میں نے نقش دیکھا آپ کی نعلین کا

ان انعامات وعنایاتِ خاصہ پر جہاں فاضل مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں، وہیں یہ عنایاتِ خاصہ، اس کتاب "برکاتُ الخیرات" کی اللہ ورسول (عزوجل و ﷺ) کی بارگاہ میں مقبولیت کا بھی پتا دیتی ہیں، بے شک:

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (آل عمران: ۷۴)

"اپنی رحمت سے خاص کرتا (یعنی چُن لیتا) ہے جسے چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔

فاضل محققِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

زید عنایہ کی ذات اور اُن کے قلمی شہ پارے دنیائے علم اور حلقہ اہل سنت میں کسی تعارف کے محتاج نہیں......وہ ایک عرصہ سے لکھ رہے ہیں......دیگر مذہبی عناوین کے علاوہ اعلیٰ حضرت اور جدید علوم وفنون ان کا خاص موضوع ہیں......آج کے دور میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت اور ان کی عالمگیر تجدیدی خدمات پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے مگر لکھنے والے بالعموم وہی باتیں دہرا دیتے ہیں جو پہلے لکھی جا چکی ہیں، ماہرِ رضویات اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نور اللہ مرقدہ کے بعد ایسے محققین بہت کم ہیں جو اپنے قاری کے علم میں اضافہ کرتے ہیں...... کہتے ہیں کہ علم مطالعہ سے آگے بڑھتا ہے ورنہ جمود طاری رہتا ہے......

ماشاء اللہ' ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید عنایہ مطالعہ کر کے قدم آگے بڑھاتے ہیں اور تحقیق کر کے اپنے قاری کو نئی نئی معلومات فراہم کرتے ہیں......مثلاً ابھی تک یہی معلوم تھا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے سلسلہ طریقت قادریہ برکاتیہ رضویہ کے دو یا تین شجرے تصنیف فرمائے ہیں مگر فاضل مصنف نے اپنی تحقیق سے نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے سلسلہ طریقت قادریہ برکاتیہ رضویہ کے دو یا تین نہیں آٹھ شجرے لکھے تھے بلکہ تحقیق کر کے وہ آٹھ کے آٹھ کے شجرے پیش بھی کر دیے ہیں......موصوف نے یہ بھی تحقیق فرمائی کہ امام احمد رضا سے پہلے منظوم شجرہ نویسی کا کوئی رواج نہ تھا، جب امام احمد رضا نے اپنا شجرہ منظوم کیا تو خانقاہی نظام میں اس کا رواج پڑا' گویا امام احمد رضا منظوم شجرہ نویسی کے موجد بھی ہیں......یہ ساری تحقیقات موصوف کی کتاب "تاریخ وشرح' شجرۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ" میں موجود ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ فاضل مصنف سنی سنائی اور لکھی لکھائی باتوں کو دہراتے نہیں بلکہ مطالعہ کر کے قدم آگے بڑھاتے ہیں اور تحقیق کر کے اپنے قاری کو نئی نئی معلومات فراہم کرتے ہیں......آپ نے امام احمد رضا کے حوالے سے ایسے ایسے مخفی گوشوں کو تلاش و عام کیا ہے جنہیں دیکھ کر مزید استعجاب وشوق بڑھتا جاتا ہے۔ ؎

این دولت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندے

آپ ہمیشہ رضویات کے ایسے جدید گوشوں کے سراغ میں لگے رہتے ہیں جس کی طرف عموماً کسی کی نظر نہیں گئی ہوتی......پیش نظر کتاب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے...... "برکاتُ الخیرات" کے مندرجات پر کتاب کے مشمولات اور مصنف کے مقدمہ میں سیر حاصل تفصیلات موجود ہیں، فقیر اسے دہرانا نہیں چاہتا......آپ ان چند لوگوں میں ہیں جو ایک طرف سائنسی علوم میں مہارت رکھتے ہیں تو دوسری طرف علوم اسلامیہ میں بھی اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ بچپن میں نانا سے ملی امام احمد رضا کی محبت آپ کو قافلہء رضویات میں کھینچ لائی اور ۱۹۸۲ء میں آپ نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں شمولیت اختیار کر کے امام احمد رضا کی تعلیمات کو عام کرنے کا مشن شروع کر دیا' اس مشن میں آپ

ایسے منہمک ہوئے کہ ایک عام رکن، پھر جنرل سکریٹری اور اب ماشا اللہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے صدر نشین ہیں۔ادارہ میں خدمت کرتے ہوئے ۱۹۸۶ء میں پرائیویٹ ایم اے اسلامیات کر کے امام احمد رضا کے مشہور زمانہ ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' پر ۱۹۹۳ء میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کر کے پاکستان میں امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کرنے والے پہلے اسکالر بن گئے۔

آپ نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی میں شمولیت کے بعد اپنے عہد کے دو عظیم بزرگ محقق و مصنف حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (م۔۱۹۹۷ء) اور ماہر رضویات اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م۔۲۰۰۸ء) علیہما الرحمۃ سے خوب علمی و روحانی فیض پایا، ان کی صحبت نے تصنیف و تالیف کا ایسا شوق پیدا کیا کہ آج امام احمد رضا اور دیگر مذہبی عنوانات پر لکھے دوسو سے زائد مقالات و مضامین اور کتب و رسائل کے مصنف ہیں......آپ نے شیخ الحدیث علامہ مفتی نصر اللہ خاں افغانی اور علامہ غلام رسول قادری رضوی کشمیری علیہما الرحمہ کی صحبت کا فیضان بھی پایا۔

ایک پروفیسر اور استاد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک سادہ لہجہ خطیب اور شیخ طریقت بھی ہیں......نماز جمعہ اور دیگر مذہبی محافل میں آپ کے خطابات، سیمینارز اور علمی کانفرنسوں میں آپ کے لیکچر و مقالات سننے والے کو نئی نئی معلومات فراہم کرتے ہیں......آپ کو شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی نوری رضوی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت کے ساتھ اِن بزرگوں سے اجازات و خلافت کا اعزاز بھی حاصل ہے:

- ☆ الحاج مولانا شفیع محمد قادری رضوی حامدی
- ☆ علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی نوری
- ☆ علامہ مفتی ظفر علی نعمانی قادری رضوی امجدی
- ☆ علامہ سید مراتب علی شاہ قادری چشتی سیالوی
- ☆ علامہ عبداللہ عتیق نقشبندی مجددی رضوی

متعدد سلاسل میں اجازات کے باوجود جب آپ نے سلسلہ رشد و ہدایت کے لیے خانقاہ قادریہ رضویہ مجیدیہ کا آغاز فرمایا تو اپنے تصنیفی کام کی طرح اس میں بھی انفرادیت کا پہلو مدنظر رکھا، چنانچہ موصوف ایک جگہ خود لکھتے ہیں:

''جب احقر العباد نے اس بات کا ارادہ کیا کہ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کو فروغ دیا جائے تو احقر نے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ حامدیہ کو فروغ دینے کی نیت کی کہ پاکستان میں سلسلہ قادریہ رضویہ حامدیہ کو فروغ دینے والے شیوخ کم ہوتے جارہے ہیں اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ مصطفویہ کے سلسلے کو فروغ دینے والوں کی کثرت ہے اس لیے احقر نے بعمر ۴۰ سال اپنی قیام گاہ جس کو احقر کے مرشد نے احقر کی سند شجرہ میں کوٹھی نمبر ۴۔ کلیٹن روڈ کراچی لکھا تھا، سلسلہ کا آغاز بروز جمعرات ۹/ذی القعدہ ۱۴۱۴ھ/۲۱/اپریل ۱۹۹۴ء سے کیا اور اس

وقت پانچ افراد فقیر کے ہاتھ پر بیعت ہوئے
اور سند شجرہ حاصل کیا۔ آج سلسلہ قادریہ
برکاتیہ رضویہ حامدیہ کو فروغ دیتے ہوئے ۲۸؍
سال سے زیادہ ہو چکے''۔

زیرِ تذکرہ کتاب کو'' دلائل الخیرات'' کی طرز پر سات حزب (ابواب) میں مرتب کر کے ہفتہ واری ایام کی مناسبت سے تقسیم کیا گیا ہے......اس ''برکات الخیرات'' کی تدوین و اشاعت پر مصنف موصوف کو علامہ محمد منان رضا خاں قادری (بانی و ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف) علامہ عبدالهادی قادری نوری (سربراہ، امام احمد رضا اکیڈمی، ساؤتھ افریقہ)، علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی بریلوی (استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف/ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف)، مولانا مفتی محمد ارسلان رضا خان قادری رضوی الازہری (مرکزی دارالافتاء بریلی شریف)، علامہ محمد وصی الرحمٰن (پرنسل، جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ، چاٹگام، بنگلہ دیش)، مولانا محمد بدیع العالم رضوی (پرنسپل، مدرسہ طیبہ اسلامیہ سنیہ، چاٹگام، بنگلہ دیش)، علامہ ڈاکٹر مہربان باروی شامی (اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی)، ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا قادری میمن تحسینی (مدیر، دار اهل سنة لتحقيق الكتب والطباعة والنشر، کراچی/ دبئی) کی تائید وحمایت حاصل ہے، جس سے اس کتاب کی علمی اہمیت مزید اُجاگر ہو جاتی ہے۔

زہے نصیب کہ فقیر کو قبل از اشاعت پوری کتاب پڑھنے کی سعادت ملی، وہ سرور ملا کہ ۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رَضَاؔ سارا تو سامان گیا!

اُمید ہے فاضل مصنف کی یہ محبت بھری کاوش جہاں خانقاہی دنیا میں ایک حسین باطنی قندیل ثابت ہوگی وہیں اہلِ محبت کی قلبی تسکین کا باعث بھی بنے گی۔ ۔

پڑھ رہے ہیں جو وظائف کہہ رہے ہیں سب یہی
یا نبی صل علیٰ کی بات ہی کچھ اور ہے

(نوٹ: ''برکات الخیرات'' حال ہی میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی سے مجلد رنگین ڈائی فائل کور عمدہ آفسٹ پیپر پر شائع کی گئی ہے جب کہ اس کا مترجم ایڈیشن خانقاہ قادریہ رضویہ مجیدیہ C.51/1، بلاک نمبر A-1، گلستان جوہر کراچی نے شائع کیا ہے۔ رابطہ: 0322-2175095)

فاضلِ بریلوی کا 1912ء میں پیش کردہ اقتصادی پروگرام آج بھی

اُمتِ مسلمہ کی ترقی کا ضامن

(غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں، انڈیا)

بیسویں صدی کا ابتدائی دور مختلف تحریکات و نظریات کا دور تھا۔ سیاسی سطح پر وجود میں آنے والی تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ ہجرت نے ہندوستانی مسلمانوں کو معاشی واقتصادی طور پر کم زور کر کے رکھ دیا تھا، اس سے پیش تر سلطنتِ مغلیہ کا زوال معمولی زخم نہ تھا۔ ان حالات نے مسلمانوں کو ابتلا و آزمائش سے دوچار کر کے رکھ دیا۔

۱۹۱۲ء بمطابق ۱۳۳۱ھ میں ہندوستان کے ایک اسلامی مفکر و مصلح نے مسلمانوں کی معاشی واقتصادی قوت کو سنبھالا دینے کے لیے ہمہ گیر نظریات و منصوبے پیش کیے۔ ان سطور میں ان نظریات پر اجمالی گفتگو مقصود ہے، بہ شکل نکات ان کی جھلک کچھ اس طرح ہے:

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

(۲) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۳) بمبئی، کلکتہ، مدراس، رنگون، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۴) علمِ دین کی ترویج واشاعت کریں۔(۱)

ان کلماتِ دانش اور فکر انگیز پوائنٹس کے تجزیے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس عہد کے معاشی حالات پر کچھ روشنی ڈال لی جائے۔ معاشی واقتصادی علوم کا مطالعہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۲۹-۳۰ء میں رونما ہونے والی عالمی کساد بازاری کے نتیجے میں اہمیت کا حامل بنا۔ اس لحاظ سے جدید اقتصادی نظریے کی ابتدا ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ ۱۹۳۶ء میں مغربی ماہر اقتصادیات جے۔ایم۔ کینز (J.M. Keynes) نے ''نظریۂ روزگار آمدنی'' (بچت=سرمایہ کاری) پیش کیا، جس نے عالمی نظامِ معیشت پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے، جس پر برطانوی حکومت نے ''لارڈ'' کا خطاب عطا کیا۔ اس رو سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۹۱۲ء میں ترقی یافتہ ممالک بھی علمِ معاشیات کی اہمیت کو واضح نہیں کر سکے تھے، شاید ان پر بھی اس علم کی افادیت نہیں کھل سکی تھی۔

جب کہ ایک اسلامی مفکر نے مسلمانوں کی فکروں کو مہمیز دیا تھا اور سرمائے کو پس انداز کرنے کی ترغیب دی تھی، نیز اس دور میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد زمین دار تھی اور ان کی املاک کثیر، لہٰذا ان مسلم رؤسا و امرا میں باہمی انتشار کے نتیجے میں مقدمہ بازی کا رجحان زیادہ پایا جاتا تھا،

اس طرح مسلمانوں کی املاک دوطرفہ مقدموں کی نذر ہوکر تباہ وبرباد ہورہی تھی۔ اس اسلامی مفکر نے آپسی معاملات کو افہام وتفہیم سے حل کرنے کی فکر دے کر سرمائے کے تحفظ کی سمت رہنمائی کی۔ انھوں نے آپسی تنازعات کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

''اول پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلے میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہوتو منظور نہیں اور کچہری جا کر اگرچہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دل سے پسند، گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں۔ کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں؟'' (۲)

۱۹۳۰ء کے بعد جب مملکتوں نے اقتصادیات کی اہمیت وافادیت کو جان لیا تو سرمائے کی بچت پر زور دیا، اور پس انداز کے تین درجے متعین کیے:

(۱) اندرون ملک بچت کے ذریعے سرمایہ اکٹھا کرنا۔
(۲) دوسرے ترقی یافتہ ملکوں سے قرض لینا۔
(۳) کرنسی کی پیداوار بڑھانا۔

آخرالذکر طریقہ خطرناک ہے، جس سے معاشی تباہی کا اندیشہ ہے، اس لیے بہتر طریقہ پس انداز یعنی سرمائے کی بچت ہے۔ افراطِ زر سے متعلق مملکتیں پریشان حال ہوتی ہیں معاشی بحران واقع ہوتا ہے۔ اس پر قابو پانے کے لیے پالیسیاں بنانی پڑتی ہیں۔

اسلامی مفکر کے نظریے پر ۱۹۱۲ء میں عمل درآمد کی کوئی صورت نکل آتی تو آج مسلمان معاشی ترقی میں بجائے پستی کے ترقی یافتہ ممالک سے دو دہائی آگے ہوتے، اس طرح عالمی سطح پر کم زور اسلامی ممالک معاشی خوش حالی کے نتیجے میں نا قابلِ تسخیر قوت ثابت ہوتے، بنیادی ضروریات سے فراغ کے بعد اپنی دفاعی قوت کو سنوارتے اور اس کے سہارے تباہی وبربادی سے بچ جاتے۔ اس مفکر کا دوسرا نکتہ تھا:

''اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وصنعت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔'' (۳)

اسلام نے صنعت وتجارت کو حلال قرار دیا ہے نیز اس میں برکت بھی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔'' (۴)

آج جس طرح سے اسلام کے خلاف مغربی قوتیں سرگرم عمل ہیں، اس سے مسلمان مضطرب ہیں اور نوبت یہ آتی ہے کہ ان کی پیداوار (مغربی اشیا) کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اگر مفکر اسلام کے ۱۹۱۲ء کے منصوبے پر عمل ہوجاتا اور مسلمان آپس میں خرید وفروخت کر رہے ہوتے تو اس طرح کے بائیکاٹ کی نوبت بھی نہ آتی جب کہ بائیکاٹ صرف زبانی ہی ہوتا ہے اور عمل صفر، مفکر اسلام نے ایک

صدی پیش تر اسے محسوس کیا تھا اور کہا تھا:

''اول تو یہ بھی کہنے ہی کے الفاظ ہیں، نہ اس پر اتفاق کریں گے نہ ہرگز اس کو نباہیں گے اس عہد کو پہلے توڑنے والے جنٹل مین حضرات ہی ہوں گے جن کی گزر بغیر یورپین اشیا کے نہیں۔'' (۵)

مفکر اسلام نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کو آپس میں تجارت اور لین دین کی ترغیب دی تھی، ۱۹۲۹ء کے بعد جب کہ جرمنی اور اٹلی معاشی لحاظ سے تباہ ہو چکے تھے یورپین منڈی کی تشکیل ہوئی جو اس طرز کی تھی کہ وہ آپس میں ہی سرمایہ کاری کرتے، خرید وفروخت کرتے اور تجارت کو فروغ دیتے اور اس طریقے سے بہت جلد وہ ایک اقتصادی قوت بن گئے، جس سے ان کی کرنسی کا وزن و وقار بھی بڑھا۔ مفکر اسلام نے آپسی تجارت سے متعلق دو مثالیں دی تھیں:

(۱) اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خرید لیں گے۔

(۲) ہندو تجارت کے اُصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کر لیں۔ (۶)

نصاریٰ اور مشرک تو اپنی تجارت کے فروغ کے لیے کوئی موقع فروگزاشت نہیں ہونے دیتے لیکن ہمارے اپنے لا پرواہی کا شکار ہو کر معاشی تنزلی کی راہ جا پڑے۔ جب کہ اسلام نے حصولِ معاش اور تجارت کو بھی خیر کے زمرے میں رکھا اور ثواب کی بشارت دی۔ مذکورہ نکتہ مسلمانوں کی صنعتوں اور فیکٹریوں کے قیام سے متعلق کس قدر اہمیت کا حامل ہے یہ بات مخفی نہیں۔ معاشی ترقیات نے دُنیا کو عالمی منڈی میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ گلوب لائزیشن کا تصور اسی کی صراحت و وضاحت ہے، لیکن اس ضمن میں مسلمانوں کی معاشی پیداوار کا تناسب کتنا ہے؟ یہ ایک المیہ ہے۔ مفکر اسلام کے منصوبے پر اگر مسلمان کان دھر لیتے تو برصغیر کے مسلمانوں کی معاشی و اقتصادی حالت مستحکم ہوتی۔ اسلامی مفکر نے تیسرا نکتہ یہ دیا:

''بمبئی، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے توانگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں''۔ (۷)

یہ امر مخفی نہیں کہ موجودہ بینکنگ نظام کی بنیاد سود مرکب (Compound Intrest System) پر ہے۔ اقتصادی منصوبے کے لیے سرمایہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور سرمائے کے نظام کو چلانے کے لیے بینک کی حیثیت مرکزی ہے۔ اسلامی مفکر نے بلا سودی بینکنگ کا تصور ۱۹۱۲ء میں دیا جب کہ ہندوستان میں چند بینک قائم تھے اور وہ بھی انگریزوں کے اور بینک کی اہمیت بھی کچھ ظاہر و واضح نہیں ہو سکی تھی۔ اس مفکر نے کرنسی سے متعلق ایک

کتاب بھی لکھی بہ نام ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' اس میں بلا سودی بینکنگ سسٹم پر بڑی جامع اور نتیجہ خیز تجاویز دی ہیں، یہ کتاب علماے حرمین کے ایک سوال کے جواب میں تصنیف فرمائی جو عربی اور اردو میں ہندو پاک کے علاوہ دارالعلمیہ بیروت نیز ترکی سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

حرام سے بچنے کی تعلیم قرآن مقدس نے دی ہے اور سود کو حرام قرار دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دُشمن ہے''۔(۸)

ایک اور مقام پر قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود''۔(۹)

مفکر اسلام نے ۱۹۱۲ء میں بلا سودی بینکنگ کا تصور دیا جب کہ ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بینک قائم نہیں ہو سکا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں مسلمان بیدار ہو لیتے تو آج عالمی بینکنگ سسٹم پر مسلمانوں کا کنٹرول ہوتا۔ اقتصادی ہتھیار کے ذریعے دُنیا پر کنٹرول حاصل کرنے والے اور اقتصادی ترقی کی بنیاد پر غریب ملکوں کا استحصال کرنے والے اس قدر کامیاب نہ ہوتے۔ اسلامی نظام معیشت منصفانہ اصولوں پر قائم ہے جب کہ مغربی اقتصادیات کا تصور سرمایہ دارانہ نظام کو مستحکم کرتا ہے اور سرمایہ عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ بات بھی لائق غور ہے کہ سرمائے کے تحفظ کے لیے اسراف سے بچنا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں مسلمان کس حد تک اس میں مبتلا ہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ مفکر اسلام نے اسراف کی شدت کے ساتھ مذمت کی۔ آپ قبر پر چراغ واگربتی روشن کرنے سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی (تلاوت کرنے والا) یا ذاکر (ذکر کرنے والا) ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف واضاعت مال ہے''۔(۱۰)

(واضح رہے کہ مزاراتِ اولیاء سے قریب خوشبو کے لیے اور زائرین کو سہولت فراہم کرنے کی غرض سے جلانا الگ بات ہے اور یہ اسراف کے درجے میں نہیں)

غرض کہ اس مفکر نے قوم کو بیدار کرنے کی انتھک کوشش کی، قوم کو ایمان کے لٹیروں سے باخبر کیا، انگریز کی سازشوں سے متنبہ کیا۔ دُشمنوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ کیا، اس نے ایک شعر میں بیداری کا فلسفہ بیان کر دیا ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

اس کے افکار کا چوتھا نکتہ ''علم دین کی ترویج و اشاعت'' سے متعلق ہے۔ وہ ایک ماہر تعلیم تھا، وہ ۷۰ / کے لگ بھگ علوم وفنون میں مہارت رکھتا تھا، اس نے صالح اور سرگرم علما اور مدبرین کی ایک پوری ٹیم تیار کی جس نے قوم کی اسلامی تعلیم وتربیت کے لیے کارہاے نمایاں انجام دیے،

زمانے میں انقلاب برپا کیا۔ اس نے اسلامی نظامِ تعلیم کا احیا کیا، جب کہ مغلیہ سلطنت کا زوال ہو چکا تھا اور اسلامی مدارس مفلوک الحال ہو چکے تھے، متحدہ ہندوستان میں یہود ونصاریٰ کے اشتراک سے جدید تعلیم کا ایسا نظام مرتب ہو چکا تھا جس میں دین سے بیزاری کا پیغام مضمر تھا، مغربی نظامِ تعلیم کو مغربی تہذیب وتمدن کے فروغ کے لیے نافذ کیا جارہا تھا۔ آج ہند میں انگریز کی اتباع میں مخالفین اسلام مشرکانہ فکروں کو داخل کر رہے ہیں۔ آج بھی حالات مختلف نہیں ہیں، یورش برقرار ہے، پہلے انگریز کا حملہ تھا، آج مشرکین کا حملہ بھی ہے، اس عظیم مفکر نے انگریز سے بھی باخبر کیا اور مشرکین کی ریشہ دوانیوں سے بھی آگاہ کیا۔

وہ علم وفن کا بحرِ بیکراں تھا، وہ عرب میں بھی مقبول ومشہور تھا، علمائے حرمین نے اسے قسم قسم کے القاب وآداب سے نوازا، اسے ''امام المحدثین'' کہا، ''مفسر شہیر'' کہا، ''برکۃ الزمان'' کہا، اپنا پیشوا ومقتدا جانا۔ اس کی نگاہ اپنے زمانے سے آگے دیکھا کرتی تھی۔ اس کی بصیرت کو دانائے مشرق اقبالؔ نے بھی خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس کی ریاضی میں مہارت کے جلوے دیکھ لینے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے کہا کہ:

''یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے''۔(۱۱)

وہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار تھا اور اسی محبت کو اس نے عام کیا۔ اس نسبت سے اس کا نام ''محمد'' تھا، تاریخی نام ''المختار'' تھا لیکن وہ خود کو ''عبدالمصطفیٰ'' لکھتا اور کہا کرتا تھا۔ اور دنیا اسے ''اعلیٰ حضرت''۔ ''امام اہل سنت''۔ ''فاضل بریلوی''۔ امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی، مانتی اور پہچانتی ہے۔ آپ کی دینی وعلمی خدمات اور افکار کی اشاعت عہد کی ضرورت ہے اور ایک علمی خدمت بھی۔ ان کا 1912ء میں پیش کردہ اقتصادی پروگرام آج بھی اُمت مسلمہ کی ترقی کا ضامن ہے۔

حوالہ جات:

(۱)۔ امام احمد رضا کے معاشی نکات، پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی، مشمولہ تدبیر فلاح ونجات واصلاح، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۰۸ء، ص:۳

(۲)۔ تدبیر فلاح ونجات واصلاح، امام احمد رضا قادری، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۰۸ء، ص ۱۳

(۳)۔ نفس مصدر، ص ۱۲

(۴)۔ سورۃ النسآء: ۲۹/ ترجمہ: کنز الایمان

(۵)۔ تدبیر فلاح ونجات واصلاح، ص ۱۱

(۶)۔ نفس مصدر، ص ۱۳

(۷)۔ نفس مصدر، ص ۱۲

(۸)۔ سورۃ البقرۃ: ۱۶۸/ ترجمہ: کنز الایمان

(۹)۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۵/ ترجمہ: کنز الایمان

(۱۰)۔ فتاویٰ رضویہ ۱۴۱/۴

(۱۱)۔ اکرام امام احمد رضا، مولانا برہان الحق جبل پوری، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۶۰

فاضل بریلوی دربارِ غریب نواز میں

مولانا سید حسین علی چشتی اجمیری

★★★ ★★★ ★★★ ★★★ (وکیلِ جاورہ اجمیر شریف وخادمِ دربارِ سلطان الہند) ★★★ ★★★ ★★★ ★★★

(نوٹ مولانا سید حسین علی چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ (وکیلِ جاورہ اجمیر شریف وخادمِ دربارِ سلطان الہند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی دربارِ خواجہ غریب نواز اجمیر شریف میں حاضری کا مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں)

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل ہندوستان مولانا امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ العزیز (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) بھی دو بار دربارِ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہوئے ہیں۔ دوسری حاضری اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خاص طور پر قابل ذِکر ہے۔ آپ ۱۳۲۵ھ میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کر کے جب ساحلِ ہندوستان پر اُترے تو آپ کے فدائی مختلف بلادوامصار سے آپ کو لینے بمبئی پہنچ گئے تھے۔ علاوہ وطن کے اور بھی کئی جگہ سے تار دیے گئے کہ آپ ہمارے وطن کو اپنے قدومِ والا سے منور فرمادیں۔ آپ نے کسی کی نہ سُنی، آپ سیدھے خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضر ہوئے، اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درباری حاضری کے بعد آپ نے ان کے شاہزادے حضرت خواجۂ ہند کے دربار میں حاضری دی۔ یہ حاضری ایسی عقیدت ومحبت کی حامل تھی کہ ہم خدامِ آستانہ اور تمام مسلمانانِ اجمیر کے دلوں پر نقش ہوگئی۔ آج تک ہم خدام میں اس حاضری کے چرچے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب اعلیٰ حضرت فاضل ہندوستان کا صفر ۱۳۴۰ھ میں وصال ہوا، اور آستانہ پر ان کے وصال کی خبر پہنچی تو اجمیر شریف کے سارے مسلمانوں نے کافی تعداد میں جمع ہو کر قرآن اور کلمۂ طیبہ سے ایصالِ ثواب کیا، اور اس کے بعد علماء مقررین نے ان کے زرّین کارنامے حاضرین کے سامنے پیش کیے اور دُنیائے اجمیر کو یہ بتایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی علمی فوقیت کو آج دُنیائے اسلام مانتی ہے۔ علمائے عرب وعجم ان کو اس صدی کا مجدد اور تمام علوم وفنون کا ماہر اور یگانۂ روزگار مانے ہوئے ہیں۔ ان کا شعبۂ حیات اتباعِ سنت کی وجہ سے اسلامی زندگی کا ایک بہترین نمونہ ہے، اور ان کے مذہبی رسائل اور کتابیں عقائد واعمال کا قولِ فیصل، اور، شریعتِ مطہرہ کا اس دور میں آخری فتویٰ ہیں۔ غرض کہ اس موقع پر مسلمانانِ اجمیر اور دیگر زائرین نے بڑی عقیدت مندی کا اظہار کیا، جو ایک زمانہ تک یادگار رہے گا۔

(ماخوذ از دربارِ چشت، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۱۵ء، ص: ۳۳)

امام احمد رضا پر ایم۔فل/P.hd

(ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری)

✪ جناب صادق الاسلام نے پروفیسر ڈاکٹر اختر الواسع کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھ کر جامعہ ملیہ اسلامیہ یونی ورسٹی، نیو دہلی انڈیا سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کر لی :"مولانا احمد رضا کی تحریک' اسباب اور اثرات"(2010ء)

✪ جناب سید وحید احمد غلام حسین نے پروفیسر ڈاکٹر مقبول سلیم کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونی ورسٹی، اورنگ آباد، انڈیا سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند حاصل کر لی ہے:

"امام احمد رضا کے نعتیہ کلام کا مطالعہ و چند ہم عصر شعراء"(2021ء)

✪ جناب کلیم اشرف نے ڈاکٹر رضوان الحق کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھ کر برکت اللہ یونی ورسٹی، بھوپال، انڈیا سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند حاصل کر لی ہے:"ملفوظات امام احمد رضا، ایک مطالعہ"(2021ء)

✪ جناب محمد اصغر نے پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھ کر کراچی یونیورسٹی، سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند حاصل کر لی ہے"مولانا احمد رضا کی اردو نثر نگاری' تجزیاتی مطالعہ"(2016ء)

✪ محترمہ زینت یاسمین نے ڈاکٹر ساجد اقبال کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھ کر سرگودھا یونی ورسٹی، (بھکر کیمپس) پنجاب پاکستان سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کر لی "فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کے معاشی مسائل کا تقابلی جائزہ"(2017ء)

✪ جناب قیصر ایوب نے ڈاکٹر محفوظ احمد کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھ کر گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد، پاکستان سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند حاصل کر لی ہے:

"فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امدایہ اور فتاویٰ ثنائیہ کے مناہج کے تقابلی مطالعے"(2009ء)

✪ جناب اعظم علی نے ڈاکٹر مطلوب احمد رانا کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھ کر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند حاصل کر لی ہے:

"فتاویٰ رضویہ میں مباحث سیرت کا تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ"(2014ء)

✪ جناب محمد ذیشان قادری نے محترم ڈاکٹر انوار الحق طیبی کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر اوکاڑہ یونیورسٹی، پنجاب، پاکستان سے ایم۔فل کے لیے تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں:

"امام احمد رضا کی تصانیف میں سائنسی مباحث کا تجزیاتی مطالعہ (پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے مقالات کے تناظر میں)"

✪ جناب حمید اللہ ذوالقرنین نے ڈاکٹر تنظیم الفردوس کی نگرانی میں ادارے کے سرپرست اعلیٰ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کی علمی خدمات پر درج ذیل عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھ کر کراچی یونی ورسٹی، کراچی، پاکستان سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند حاصل کر لی ہے:

"شمس بریلوی' اردو خدمات اور اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ"(2020ء)

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی عالمی سطح پر دینی وعلمی اور تحقیقی خدمات ارباب علم ودانش اور احباب کرام کی نظر میں

دور ونزدیک سے

★★★ (معاون مدیر) ★★★

محمد بلال عثمان غنی

(مسقط، عمان)

اس سال آرٹس کونسل میں ہونے والی "امام احمد رضا کانفرنس" میں ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی صاحب کی ایک اہم اور دلچسپ عنوان "ابن عربی اور امام احمد رضا" پر گفتگو سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ رضویات کی سوسالہ تاریخ میں اس عنوان پر کلام کرنے والی وہ اوّل شخصیت ہیں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو ہنوز اہل علم حضرات سے مخفی رہا تھا اگرچہ مذکورہ موضوع کے حوالے سے ماضی میں چند ایک ضمنی مباحث نظر سے گزرے ہیں تاہم مجموعی طور پر اس موضوع پر باقاعدہ کوئی کام نہیں ہوسکا جبکہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی نثر اور نظم دونوں میں سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی فکر کے حوالے سے کئی اہم نکات، مفاہیم اور معارف موجود ہیں اور جب تک اس جانب توجہ نہیں کی جاتی یہ نکات، مفاہیم اور معارف پوشیدہ رہیں گے اور اہل علم اس کے استفادے سے محروم رہیں گے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے گزشتہ دنوں میں نے ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب سے گزارش کی کہ "ابن عربی اور امام احمد رضا" کے عنوان کو مزید تفصیلی اور تحقیقی وسعت سے مزین فرما کر کتابی شکل میں اہل علم کے لیے پیش فرمائیں کیونکہ یہ ایسا خوبصورت موضوع ہے کہ جب اس پر ہونے والا کام اپنی جامعیت کے ساتھ سامنے آئے گا تو نہ صرف رضویات بلکہ صوفیانہ ادب میں بھی گراں قدر اضافے کا باعث ہوگا۔ میری اس درخواست پر نظر التفات فرماتے ہوئے ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب نے "امام احمد رضا کانفرنس" میں مذکورہ موضوع سے متعلق ہونے والی گفتگو کو مضمون کی صورت میں صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی بابت آگاہ فرمایا اگرچہ یہ امر بھی قابل تحسین ہے مگر موضوع پھر بھی تشنہ تحقیق رہے گا کیونکہ کسی بھی کانفرنس یا علمی مجلس میں کی گفتگو موضوع کا مکمل احاطہ نہیں کرسکتی۔ ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب یقینی طور پر اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ وہ اس کام کو کما حقہ طور پر احسن انداز میں کرسکتے ہیں۔ اس لیے آپ سے بصد احترام درخواست ہے کہ آپ ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب کی توجہ، جواہر نفیسہ سے معمور اس اہم کام کی طرف مبذول کرائیں۔ جس طرح آپ ہی کی کاوش کی بدولت "کتابیاتِ رضا" جیسا تحقیقی کام طویل مدت بعد پہلی بار سامنے آیا ایسے ہی آئندہ

برس منعقد ہونے والی کانفرنس کے موقع پر "شیخ اکبراور امام احمد رضا" کے عنوان پر مستقل کتاب کا تحفہ خاص پیش کیا جائے تاکہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا یہ خوبصورت پہلو جامع انداز میں اُجاگر ہوسکے اور رضویات کے باب میں اس تعلق سے جو خلا موجود رہا ہے وہ پُر ہوسکے ۔امید ہے آپ میری عرضی پر ضرور غور فرمائیں گے۔

مفتی محمد جمیل رضوی بریلوی

(مہتمم وبانی جامعہ بریلی شریف شیخوپورہ پاکستان)

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

ماہنامہ معارف رضا کراچی تواتر سے "جامعہ بریلی شریف" میں ارسال ہورہا ہے جب بھی آتا ہے قلب باغ باغ ہوجاتا ہے۔طلبہ وعلماء کو پڑھنے کی تاکید وتلقین کی جاتی ہے۔متعدد جرائد پڑھے وسنے مگر آج تک امام اہلسنت مجدددین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان پر ایسا ماہنامہ نہ دیکھا جس میں ہمہ جہت فقط اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اشاعت کا ملہ ہو ڈاکٹر صاحب آپ اور آپکی تمام تنظیم مبارک باد کی مستحق ہے جو فقط تعلیمات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر لکھ رہے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ اور تمام معاونین ومخلصین کو جزاء خیر وسعی عظیم پر جزاء جزیل عطا فرمائے، آمین۔تاکید وحمایت از ناظم اعلیٰ الحافظ القاری علامہ محمد جیلانی رضوی، علامہ رضوانی رضوی بریلوی، مولانا جہانزیب رضوی بریلوی، مولانا مبارک علی رضوی بریلوی

شری مان مرلی چند گھوگھیلہ

(شکارپور، سندھ، پاکستان)

آداب! آپ سے ہوسکے تو ہمارا نام بھی فہرست میں شامل کر کے اعزازی رسالہ "معارف رضا" کراچی ارسال فرمائیں، آپ سے ہوسکے تو ہماری رہنمائی کریں ہمیں گائیڈ لائن دیں، رہبری کریں۔آپ کے مثبت جواب کا منتظر وطلبگار۔

فقط: شری مان مرلی چند گھوگھیلہ ولد گوپی چند گھوگھیلہ

راجہ جاوید اقبال

(ڈائریکٹر نیشنل لائبریری آف پاکستان، اسلام آباد)

مکرمی ومحترمی! آپ کی جانب سے کاپی رائٹ قانون کے تحت قومی کتب خانہ پاکستان کو فراہم کی گئی کتب محکمہ ہذا کے ذخیرۂ کتب کے رجسٹر میں اندراج کردی گئی ہیں۔

1۔مجلہ امام احمد رضا کانفرنس 2020، درجہ نمبر 82213

2۔مجلہ امام احمد رضا کانفرنس 2021، درجہ نمبر 82214

آپ کی بھیجی گئی قیمتی کتب سے قارئین/محققین استفادہ کریں گے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی بیش قیمت اثاثہ ثابت ہوں گی۔امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اپنی تمام شائع ہونے والی کتب قومی کتب خانہ پاکستان کو ارسال کریں گے اور اس قیمتی علمی سرمایہ کو آئندہ آنے والی نسلوں تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

آن لائن امام احمد رضا سیمینار 2022

(محمد زکریا اشرفی)

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے صدر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے زیر اہتمام پہلے آن لائن امام احمد رضا سیمینار کا انعقاد 19، ستمبر بعد نماز عشاء خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ مجیدیہ میں ہوا، مسرور کیفی نعت اکیڈمی کے روح رواں، قاری ابرار حسین صاحب کی تلاوت قرآن سے سیمینار کا آغاز ہوا۔ بعدہ آپ نے کلام الامام امام الکلام سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے پیش فرما کر سماں باندھ دیا۔ پہلا مقالہ امریکہ سے علامہ سید شاہ اولاد رسول قدسی صاحب نے "سیدی اعلیٰ حضرت اور تحفظ ایمان" کے زیر عنوان پیش کیا آپ نے عقائد اہل سنت کے تحفظ کے حوالے سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی خدمات کو مختصر و مدلل انداز میں پیش کیا اور عقائد اسلامیہ حقہ پر شب خون مارنے والوں، اور امت مسلمہ میں گمراہی پھیلانے والوں کی خوب خبر لی۔ آپ کے بعد قاری علی محمد قادری صاحب نے برطانیہ سے نعت پاک کا نذرانہ پیش کیا۔ دوسرا مقالہ علامہ مفتی شمس العارفین قادری صاحب نے "امام احمد رضا بحیثیت فقیہ اسلام" پیش کیا اور متعدد امثال اور حضور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی روشنی میں آپ کی فقیہانہ شان کو بیان کیا۔ پھر محمد زکریا اشرفی نے کلام اعلیٰ حضرت لم یات نظیرک فی نظر سے محفل کو گل گلزار کیا۔ تیسرا مقالہ مالیگاؤں، ہند سے ابو سنان عتیق الرحمن رضوی نے "خانقاہی رسوم ونظام اور امام احمد رضا" کے زیر عنوان پیش کیا جس میں سرکار اعلیٰ حضرت کی تصانیف وفتاویٰ اور ارشادات کے حوالے سے خانقاہی رسومات پر ہونے اغیار کی طرف سے اعتراضات کا جواب، اور موجودہ خاہقاہی نظام میں قابل اصلاح امور کو سرکار اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے پیش کیا۔ ڈاکٹر توصیف وانی صاحب جو "امام احمد رضا مشاہیر کی نظر میں" کے زیر عنوان مقالہ پیش کرنے والے تھے کچھ تکنیکی دشواریوں کے سبب حاضر نہ ہو سکے۔ بانی سیمینار پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے مختصر صدارتی خطبہ میں سرکار اعلیٰ حضرت کی علمی وروحانی حیثیت کو اُجاگر فرمایا آپ نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت کو آپ کم وبیش چالیس سال سے پڑھ رہے ہیں اور رضویات پر مختلف جہات سے تحقیقی کام کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت ولایت کے کس درجے پر فائز ہیں ابھی تک معلوم نہ کیا جا سکا۔ آپ نے کانفرنس کے پلیٹ فارم سے پیغام دیا کہ اپنی اولادوں کو یہ چیز بتادیں، سکھادیں، سمجھادیں کہ ایمان کا تحفظ اس دور میں صرف اور صرف تعلیماتِ رضا کے اندر ہے اگر کسی نے تعلیماتِ رضا منھ موڑا تو ایمان سے ہاتھ دھونا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت نے جتنا تفصیل کے ساتھ دین ہم تک پہنچایا ہے اتنی تفصیل کے ساتھ نہ کسی خانقاہ میں ملے گا، نہ کسی فتاویٰ میں ملے گا اس لیے اگر حرف آخر کچھ ہے تو کلام رضا ہے چاہے وہ منظوم ہو یا منثور، اس لیے ہم کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو، اپنی اولاد کی اولاد کو مسلک اہل سنت و جماعت جس کا واضح نام مسلک اعلیٰ حضرت پڑ گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کی عالمگیر دینی وعلمی خدمات اوران کے روشن افکار ونظریات کا ترجمان

Regd. NO MC: 1071

مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر
مفتی سید زاہد سراج القادری
معاون مدیر
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

بانی: مولانا سید ریاست علی قادری
1981 سے مسلسل کامیاب اشاعت

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

خود بھی پڑھیں اور دوسرے احباب کو بھی ترغیب دلائیں

اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کی غرض سے باذوق علماء وطلباء اور دوستوں کو تحفتاً جاری کرائیں۔ دینی مدارس کے غریب و مستحقین زکوٰۃ طلباء کو زکوٰۃ کی مد میں سال دو سال کے لیے رسالہ جاری کروا کر چراغ علم دین کو مزید روشن کریں

اپنا نام و پتہ ہمیں واٹس ایپ کے ذریعے ارسال کیجیے اور سالانہ چندہ اس نمبر پرایزی پیسہ کر کے گھر بیٹھے رسالہ حاصل کیجیے: 0303-9205511

زرِتعاون: فی شمارہ -/60 روپیہ سالانہ -/600 روپیہ تاحیات -/6000 روپیہ

زرتعاون دستی جمع کرائیں یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ/ یا ایزی پیسہ نمبر 0303-9205511 پر ارسال فرمائیں

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی
25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر کراچی۔ (74400) پاکستان۔ فون: +92-21-32725150
واٹس ایپ: +92-303-9205511، ای میل: imamahmadraza@gmail.com